I d 38
592

مولانا مودودی اور تصوف

مرتب

ابو منظور شیخ احمد

مکتبہ جہانِ نو سرگودھا

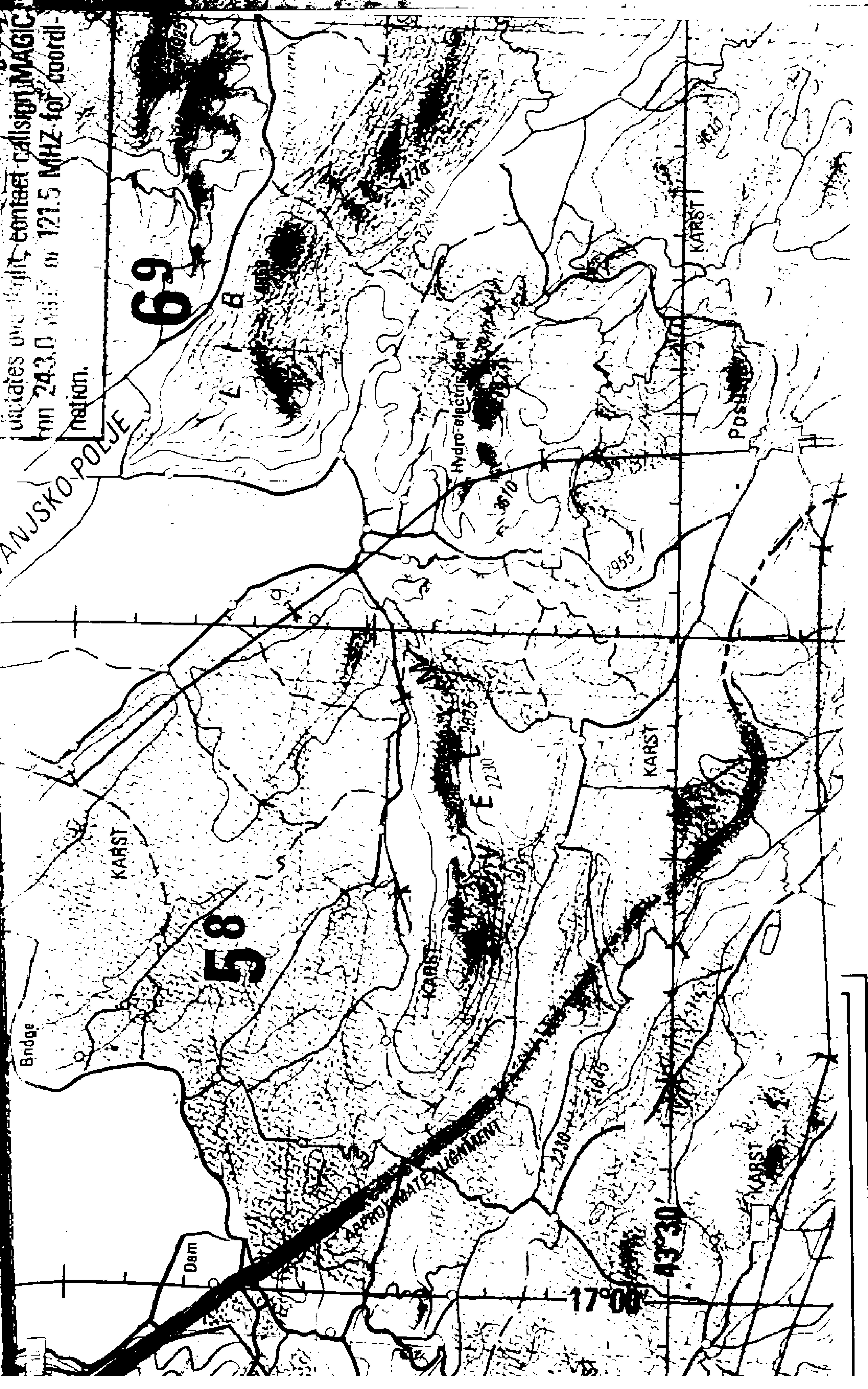
MAGIC
121.5 MHZ
nation.
69
58
KARST
KARST
KARST
KARST
KARST
Bridge
Dam
Hydro-electric
APPROXIMATE ALIGNMENT
17°00'
43°30'
1645
2230
2955

Marfat.com

Marfat.com

انصاف پسند قارئین کی خدمت میں

غور و فکر کیجیے ——— ایک حقیر کوشش

53272

طبع اول — تعداد ایک ہزار ۱۰۰۰

ضخامت — ۱۶۰ صفحات

قیمت — ڈیڑھ روپیہ -/1/8

طابع — ثنائی پریس سرگودھا

ناشر — عبدالقادر ناظم مکتبۂ جہانِ نو سرگودھا

تاریخِ اشاعت — نومبر ۱۹۵۷ء

Marfat.com

مندرجات

۱ • تعارف — اسعد گیلانی
۲ • تصوف
مولانا مودودی کا نظریہ تصوف
۳ • حکیم عبدالرشید محمود صاحب کے خیالات و اعتراضات پر ایک نظر
دین کا ایک اہم شعبہ
دو سوال
فکری ژولیدگی
۴ • مولانا محمد منظور نعمانی کے خیالات و اعتراضات پر ایک نظر
تجاہلِ عارفانہ
مولانا کا مطالعۂ تصوف
کشف و رویا

Marfat.com

کسر۔ جو پوری ہوگئی

سب سے بڑی ضرورت

۵ • فقط مثبتی کردار

راہِ سلوک کے مراحل

فریضۂ اقامتِ دین

ظاہر و باطن

میدانِ جہاد میں

قید و بند

تختۂ دار پر

تشکر و امتنان

۶ • تصوف کا نیا قالب

Marfat.com

ہے وہ اللہ کی ذات کے ساتھ اس کا یہی شعوری تعلق ہے۔ اس تعلق کی نوعیت سے ہی انسانی کردار بنتے اور ان کی اقسام وجود میں آتی ہیں۔
مولانا مودودی کے معترضین ان کو کن غلط بیانوں سے ناپتے ہیں۔ اور خود مولانا موصوف کا تصوف کے بارے میں کیا نقطۂ نظر ہے اور وہ خود اس پر کس طور سے عامل ہیں پھر یہ کہ وہ اپنے مالک کے ساتھ کس نوعیت کا تعلق رکھتے ہیں اس کی جو جو جھلک ان کی تحریر تقریر یا کردار کے مختلف گوشوں میں نظر آئی اسے اختصار کے ساتھ جناب محترم مولانا ابو منظور شیخ احمد صاحب فاضل معلم عربی ادب نا تدیروکن نے اپنے ایک فاضلانہ مضمون میں جمع کر دیا جو ماہنامہ تجلی دیوبند کے خاص نمبر بابت فروری۔ مارچ ۱۹۵۷ء میں شائع ہوا۔ یہ مضمون اتنا موثر، جامع اور بلیغ تھا کہ جس نے پڑھا ایک خاص تاثر اپنے دل و دماغ پر محسوس کیا۔ اب اس مضمون کو صاحب مضمون کی اجازت سے کتابچہ کی صورت میں شائع کیا جا رہا ہے۔ کتابی شکل میں اشاعت کے لیے دینے سے پہلے کتابت کی اغلاط رفع کرنے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ ساتھ ہی سہولت مطالعہ و فہم کے لیے ضمنی عنوانات بھی لگائے گئے ہیں۔ مصنف نے بہ ایں الفاظ اشاعت مضمون کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ مضمون ہندوستان سے کہیں زیادہ پاکستان کے لئے مفید رہیگا۔ کیونکہ یہاں تو مولانا مدظلہ کا صرف لٹریچر کام کر رہا ہے اور وہاں خود مولانا کی ذات با برکات

Marfat.com

اپنے انوار وفیوض سے بندگانِ خدا کو مستفیض کر رہی ہے میرا خیال ہے کہ یہ مضمون عوام سے زیادہ تعلیم یافتہ گروہوں میں چاہے وہ قدیم تعلیمیافتہ ہوں یا جدید۔ زیادہ اچھے اثرات قائم کریگا۔ اس سے انشاءاللہ تصوف کے مسئلہ میں صحیح و غلط کی تمیز بھی پیدا ہوگی اور مولانا مدظلہٗ کی نسبت بہت سی غلط فہمیوں کا ازالہ بھی ہوگا۔ جس کے نتیجے میں مولانا کی برپا کردہ تحریک کو اچھی دماغی و عملی صلاحیتوں کے حامل لوگ مل سکیں گے۔ موجودہ صورت میں یہ مضمون جیسا کچھ ہے حاضر ہے۔" (دنگلور ۱۳ مئی ۵۳ء)

مولانا مودودی کی شخصیت کا جہاں تک تعلق ہے ہم آج کے انسانوں کی یہ خوش بختی ہے کہ ان کے لئے یہ پڑھنے، معلومات فراہم کرتے اور بیان کرنے کی چیز نہیں بلکہ غور سے سمجھنے۔ قریب سے دیکھنے، اپنی رائے قائم کرکے مخالفت یا موافقت کرنے کی چیز ہے۔ وہ ایسی شخصیت نہیں ہے جو دنیا میں خاموشی کے ساتھ آکر اپنی ذات سے قریبی ماحول میں تگ و تاز کرکے کچھ دنیوی کامیابیاں یا حسرتیں سمیٹ کر کسی مخصوص طبقہ میں معروف یا بدنام ہوکر رخصت ہو جانے والی ہے جس دورِ تہذیب میں ہم رہ رہے ہیں۔ جس عصرِ حاضر نے ہمارے چاروں طرف اپنا فکری اور تہذیبی جال پھیلا رکھا ہے۔ اس دورِ تہذیب اور اس عصرِ حاضر کے خلاف مولانا نے بغاوت کا علم بلند کر رکھا ہے وہ

Marfat.com

اس کو ڈھانے، توڑ پھوڑ دینے اور مسمار کر کے اس کی تخریب سے ایک نئی تعمیر اٹھانے کا علی الاعلان اظہار کر رہے ہیں۔ اظہار ہی نہیں، انہوں نے یہ کام عملاً کر رکھا ہے۔ ایک صبر آزما اعصابی۔ علمی عقلی۔ اخلاقی مادی اور تہذیبی جنگ ہے جو انہوں نے چھیڑ رکھی ہے۔ بنی نوع انسان کی موجودہ نسل میں سے وہ پکار پکار کر اپنے ساتھی جمع کر رہے ہیں انہیں سمیٹ سمیٹ کر اور منظم کر کر کے وہ موجودہ چلتے ہوئے نظام پر پیہم یورش کر رہے ہیں۔ یہ ساری کارروائی برابر وہ ہمارے سامنے کئے جا رہے ہیں ظاہر ہے کہ کوئی بڑا ہی غافل آدمی ہوگا جو غیر جانب داری کا پردہ ڈال کر اس میدانِ جنگ کی طرف سے آنکھیں پھیر لے۔ انہوں نے ساری موجودہ نسل کو عموماً اور مسلم معاشرے کے فرد فرد کو خصوصاً یہ کہہ کر آزمائش میں مبتلا کر دیا ہے۔ کہ اقامتِ دین کا کام کر رہا ہوں" وہ کام جسے انبیاء اور مصلحین کرتے آئے ہیں اور جسے ہمارے آقا اور سرکار نے انجام دیا اب کون مسلمان ہے جو ان کی ان باتوں سے غافل رہ سکتا ہے۔ اِن کے بارے میں دو میں سے ایک طرزِ عمل اختیار کئے بغیر چارہ نہیں ہے

• ——— اگر وہ شخص غلط کہہ رہا ہے تو پھر اس کا مقابلہ اس کی مزاحمت۔ اس کی پیش قدمی کو روکنا ایک ایک مسلمان کا فرض ہے اس لئے کہ ایک مسلمان کسی کو اس بات کی اجازت نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے دین و ایمان کے ساتھ کھیلے۔

Marfat.com

• ——— اور اگر وہ صحیح کہہ رہا ہے تو پھر اسکی امداد اس کی اعانت اس کی پیروی اس کی رفاقت اس کے محافظِ جنگ کا سپاہی بننا اس کے کام میں اپنا سب کچھ لگا دینا ایک ایک مسلمان کا فرض ہے اس لئے کہ ایک مسلمان کے لیئے یہ کسی صورت جائز نہیں ہے کہ دین کے خادم زخم کھا کھا کر گریں اور اس کی حمیت میں سر مو حرکت پیدا نہ ہو۔

اس لئے آج ایک مسلمان ہر معاملے میں غیر جانبدار رہ سکتا ہے۔ لیکن مولانا مودودی کے معاملے میں۔ اگر اسے ذرا بھی حالات زمانہ سے آگاہی اور اپنے گرد و پیش کی خبر ہے۔ وہ غیر جانب دار نہیں رہ سکتا یا اسے ان کا دوست ہونا چاہیئے۔ جانثار دوست یا اسے ان کا دشمن ہونا چاہیئے۔ متشدد دشمن۔ لیکن یہ طرزِ عمل اس وقت تک دل و دماغ کے اطمینان اور قلب کی گہرائی سے نہیں ہو سکتا۔ جب تک ان کی شخصیت اور ذات کا قریبی اور گہرا مطالعہ نہ کر لیا جائے وہ کیا کہتے ہیں اور جو کچھ کہتے ہیں اس پر خود کس حد تک عمل کرتے ہیں جو عمل کرتے ہیں اس میں کس حد تک خلوص خداترسی اور مقصد کے عشق کی جھلک ہوتی ہے۔ اس کام میں ان کی استقامت کا کیا حال ہے، انہوں نے اس کام میں کیا کچھ لگایا ہے۔ کیا کچھ بچایا ہے۔ مادی طور پر کیا کچھ صرف کیا ہے اور کیا کچھ پایا ہے۔ ان کے عزائم کا کیا حال ہے، مصائب میں ان کی عزیمت کس درجہ کی ہوتی ہے ان

Marfat.com

کی زندگی کا اندر اور باہر کیسا ہے وہ قریب اور دور سے کیسے نظر آتے ہیں۔ یہ وہ سب چیزیں ہیں جو ایک صاحب ہوش آدمی کو دیکھنی چاہیئے۔ اگر وہ ان کے بارے میں کوئی رائے قائم کرنا چاہتا ہے۔

مولانا مودودی کی شخصیت ایک پہاڑ کی مانند ہے۔ پہاڑ کو آنکھیں کھول کر دور سے دیکھیئے تو بھی وہ خوش نما اور خوش منظر ہوتا ہے اور وہ بے ریا حوادثِ زمانہ کے اندر اپنے عزم کی مستحکم بنیاد پر ساری دنیا کے سامنے بے لاگ و لپیٹ کھڑا ہوتا ہے۔۔ اور اگر اس کے قریب جائیے تو پھر جوں جوں اس کی قربت بڑھے گی۔ اس کی بلندی اور عظمت اور اونچائی اور خوش نمائی اور خوش منظری بڑھتی چلی جائیگی مولانا مودودی کی یہ بہت بڑی عظمت ہے کہ ان کی قربت دوری سے کہیں زیادہ خوش منظر ہے۔

مولانا مودودی کی زندگی میں کہیں پردے ٹنگے ہوئے نہیں ہیں۔ کہیں پر بھی ان کی شخصیت نظروں سے اوجھل نہیں ہوتی۔ انہیں ہر حال میں دیکھیئے اور ہر رنگ میں یکساں پایئے۔ بناوٹ۔ تصنع۔ تکلف۔ خود نمائی یہ ایسی چیزیں ہیں جن کا ان کی شخصیت کے گرد کوسوں دور تک پتہ نہیں ملتا۔ نہ وہ اپنی ذات کو کسی پر ٹھونستے ہیں نہ مرعوب کرتے ہیں۔ نہ علمی تفوق کا کوئی خفیف سا بھی مظاہرہ کرتے ہیں۔ نہ مجلس میں اپنے آپ کو نمایاں کرتے ہیں وہ ہر شخص کے جو ان سے ملے۔ ہمدرد۔ غمگسار۔ مخلص اور راستگو ساتھی ہیں۔ ان کی چال ڈھال۔ بول چال۔ نشست و برخاست اور

Marfat.com

لب و لہجہ سے ایک مستحکم باعمل اور راست فکر کردار کا اظہار ہوتا ہے۔ اور آدمی تھوڑی سی بات چیت میں ہی سمجھ لیتا ہے کہ یہ شخص باتوں میں بہلانے والا اور اپنے گرد کوئی بناوٹی رکھ رکھاؤ رکھنے والا آدمی نہیں ہے بلکہ اس کے افکار عمل میں ڈھلنے کے لیے وجود میں آتے ہیں۔ اور وہ پوری سادگی اور اخلاص لیکن گہرے فہم و تدبر سے اپنے کاموں کا نقشہ بنانے والا ہے۔ اس کے کردار میں کوئی سنسنی خیزی نہیں ہے۔ البتہ معاشرے کے بگاڑ کی اس انتہا میں اپنی زندگی کو اسلامی اخلاق وحدود میں بے تکلفی سے کس کر رکھنے کا ایک سادہ عمل انسان کو تحیر میں ضرور مبتلا کر دیتا ہے۔ جس نظام فکر و اخلاق کو وہ دعوت اور تحریک کے طور پر لے کر اٹھے ہیں۔ اس کے عملی نظام ہونے پر ان کی روزمرہ کی زندگی خود ایک جیتی جاگتی دلیل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسی مثالیں اکثر دیکھنے میں آتی ہیں کہ اسلامی نظام حیات پر بعض اعتراضات و شبہات کا جواب اگر مجھ جیسے کسی عام کارکن نے دیا ہے تو بسا اوقات سائل کے دل کو تسکین اور شرح صدر حاصل نہیں ہوئی اور انہیں الفاظ میں مولانا مودودی نے جواب دے دیا ہے تو سائل دل سے پورے طور پر مطمئن ہو گیا ہے۔ یہ اطمینان جو ایک شخص کی زبان کے الفاظ سے ایک سائل کے دل میں ٹھنڈک بن کر اتر جاتا ہے۔ دراصل اپنے اندر علمی اور لسانی فرق سے کہیں زیادہ قلب و نظر کی پاکیزگی اور فکر و عمل کی یکسانی سے پیدا ہوتا ہے۔

جس راہ سلوک کو طے کر کے انہوں نے اپنے مالک کے ساتھ ایک مخصوص

Marfat.com

تعلق پیدا کیا ہے۔ اس تعلق نے ان کے اندر احقاق حق اور ابطالِ باطل کی عزیمت کا جوہر پیدا کر دیا ہے۔ دو چیزیں ہیں۔ جن کا مطالعہ ان کے کام کو سمجھنے کے لئے مفید ہے۔ ان کا عملی کردار جو حق کے لئے سب کچھ سہہ جانے کا داعیہ اپنے اندر رکھتا ہے اور ان کی وہ راہِ سلوک اور اس کے کچھ خد و خال جس پر وہ چل کر اپنے مالکِ حقیقی سے اپنا تعلق استوار کرنا چاہتے ہیں ان کے داعیانہ کردار کی چند جھلکیاں ان کی بعض مختصر تحریروں سے نمایاں ہو کر سامنے آتی ہیں۔

"میرے برادرانِ دین خواہ میری بات سنیں یا نہ سنیں مگر میں تو یہی کہتا رہوں گا کہ تمہارے لیے اب اس کے سوا کسی چیز میں خیریت نہیں ہے۔ کہ سچے مسلمان بنو اور مسلمان ہونے کی حیثیت سے تمہارا جو فرض ہے اسے ادا کرو۔"

دوسری جگہ لکھا ہے:

"میرے جرأت آمیز الفاظ سے آپ کو شاید یہ گمان گذرا ہو گا۔ کہ میں اپنے آپ کو بڑی چیز کہتا ہوں اور کسی بڑے مرتبے کی توقع رکھتا ہوں۔ حالانکہ میں جو کچھ کر رہا ہوں صرف اپنے گناہوں کی تلافی کے لیے کر رہا ہوں اور اپنی حقیقت خوب جانتا ہوں۔ بڑے مراتب تو درکنار اگر صرف سزا سے بچ جاؤں تو یہ بھی میری امیدوں سے بہت زیادہ ہے"

اپنی اولاد کے بارے میں ان کا نقطۂ نظر یہ ہے۔

"میں اپنی اولاد کو عیش کے لیے نہیں پالنا چاہتا۔ بلکہ خیر کی

Marfat.com

خدمت اور شر سے جنگ کے لئے پالنا چاہتا ہوں"

اپنے انقلابی مشن کا علم اٹھاتے ہوئے لکھا ہے۔

" میں اپنی کمزوریوں سے خوب واقف ہوں اور انہیں کمزوریوں کا احساس ہے جو مجھے ہر وقت مجبور کرتا ہے کہ میں خداوند عالم سے علم صحیح اور عقل سلیم کے لئے دعا کروں۔ محض فرض کی پکار نے مجھے مجبور کر کے اس کام پر آمادہ کیا ہے جس کے دشوار گذار مرحلوں کو دیکھ کر ایک طرف اور اپنی کمزوریوں کو دیکھ کر دوسری طرف میری روح لرز اٹھتی ہے۔ بہر حال خدا کے بھروسے پر میں نے اس میدان میں قدم رکھ دیا ہے اور ان تمام حکمتوں کو پیش نظر رکھ کر جن کی طرف اوپر اشارہ کر چکا ہوں اپنے انقلابی مشن کی تبلیغ شروع کر دی ہے"

یہ کام وہ کس لب و لہجے اور کس انداز میں کر رہے ہیں۔ اس کا ہلکا سا نقشہ اس اقتباس میں نظر آئے گا۔

" میرے نزدیک خدا کا دین اور اس کی امت مسلمہ کا مفاد دنیا کی ہر شے اور ہر تعلق سے زیادہ قیمتی ہے اور جب میں دیکھتا ہوں کہ کوئی شخص دانستہ یا نادانستہ اس کو نقصان پہنچا رہا ہے تو میں اس کی مزاحمت کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں خواہ وہ میرا قریب ترین عزیز ہو، دوست ہو، استاد ہو یا میری قوم کا کوئی بڑے سے بڑا آدمی ہو اس معاملے میں کسی تعلق یا کسی نیازمندی کی پروا کرنے سے میں بالکل معذور ہوں۔ جس کسی کو میرے اس طرز عمل سے تکلیف ہو وہ اگر اپنا حق

Marfat.com

پر ہونا دلیل سے ثابت کر دے گا۔ تو میں نہ صرف اپنی غلطی کا اعتراف کروں گا بلکہ نہایت ادب سے معافی بھی چاہوں گا۔ خواہ وہ دنیوی اعتبار سے حقیر ترین آدمی ہو۔ اور اگر وہ مجرد شکایت کرے گا تو میں صاف عرض کروں گا کہ حق کے معاملے میں بڑے اور چھوٹے اپنے اور پرائے کی تمیز سے مجھے معاف رکھا جائے۔"

پھر جس راہ میں انہوں نے قدم رکھا ہے اس میں جیل کے شب و روز اور پھانسی کے تختے بھی آجاتے ہیں لیکن ان کی عزیمت بیماری میں معالج سے مشورے کی اعانت بھی ظالم سے طلب کرنا پسند نہیں کرتی۔

"آپ کا بالمشافہ معائنہ کر کے علاج کے بارے میں رائے قائم کرنا مفید ہو سکتا ہے لیکن معلوم ہوا کہ قواعد میں اس کی گنجائش نہیں۔ اب صرف یہ صورت رہ جاتی ہے کہ میں بطور خاص حکومت سے یہ رعایت مانگوں کہ وہ مجھے اپنے معالج سے مشورہ لینے کی اجازت دے لیکن ظالم سے رعایت کا مطالبہ کرنا میرے اصول کے خلاف ہے۔ میں جان دے سکتا ہوں۔ مگر رعایت کی درخواست نہیں کر سکتا۔ لہٰذا جو کچھ علاج آپ غائبانہ کر سکتے ہیں بس اسی پر اکتفا فرمائیں۔"

جیل کے اندر سے اپنی بوڑھی والدہ کو خط کے ذریعے تسلی دیتے ہوئے صورت حال سے آگاہ کرتے ہیں۔

Marfat.com

"جس راستہ پر میں برسوں سے چل رہا تھا اس میں یہ منزل تو بہرحال آنی ہی تھی۔ حیرت اس کے آنے پر نہیں بلکہ اس بات پر ہے کہ اتنی تاخیر سے کیوں آئی۔ درحقیقت میں تو اس پر حیران ہوں کہ شیطان اور اس کی برادری نے مجھے اتنے دنوں برداشت کیسے کیا بہرحال اب کہ وہ ادھر متوجہ ہوگئے ہیں۔ یہ امید نہ رکھیئے کہ یہ کشمکش جلدی ختم ہو جائے گی۔ اب اس کا خاتمہ دو ہی طرح ہو سکتا ہے یا میں ختم ہو جاؤں یا وہ اصلاح پر کر رہے۔ جس کے لئے میں پچھلے ۱۵ برسوں سے کام کرتا رہا ہوں۔ ان دونوں صورتوں کے درمیان کوئی تیسری صورت ممکن نہیں ہے لھٰذا میری ماں اور بھائی اور بیوی اور بچوں اور مجھ سے تعلق رکھنے والے سب لوگوں کو اپنا دل کڑا کر لینا چاہیئے اور ہر بدتر سے بدتر نتیجہ کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔"

کیا ان الفاظ کے پیچھے وہ کردار نہیں بول رہا ہے جو دنیا میں حق کی گواہی کو زندگی کا واحد نصب العین بنا کر اٹھا ہے اور جس کے لئے اس نے تن من دھن کی بازی لگا دی ہوئی ہے۔ جسکے الفاظ میں حقیقت اور سچائی کا گہرا جذبہ ہے جو خود سننے والے کو یقین دلا دیتا ہے کہ یہ کوئی خاص آواز ہے جو بول رہی ہے اور اس کے پیچھے کوئی خاص اور عظیم کردار ہے جو کام کر رہا ہے۔

یہ کردار ایک خاص راہ پر چل کر اپنے مالک سے تعلق پیدا

Marfat.com

کر رہا ہے۔ اس راہ کو مولانا مودودی "سلوکِ قرآنی" کہتے ہیں۔ ان کے نزدیک تعلق باللہ کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ اس کام پہ جان و دل سے لگ جائے۔ جس پہ اس کے مالک نے اسے بندۂ مومن کی حقیقت سے مامور کیا ہے۔ اتباعِ رسول کا راز اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ اُمتی وہی فریضہ انجام دے جو رسول کریمؐ نے انجام دیا اور اسی طرح انجام دے۔ اُنہیں کے نقشِ قدم پر چلے۔ اسی طرح راہِ حق میں اقامت دین کی خاطر مصائب برداشت کرے جس طرح رسولِ کریمؐ نے برداشت کیے۔ پھر فہم قرآن کا اس سے بڑا نقطہ اور کوئی نہیں ہے کہ جو انقلابی کام قرآن نے انجام دیا اور اپنے لانے والے کو جس انقلاب کی سربراہی پہ مجبور کر دیا۔ طالبِ حق اسی انقلابی کام کو لے کر اٹھ کھڑا ہو۔ وہی جھنڈا بلند کرے۔ اسی عَلَم کو تھامے۔ انہیں بدر و احد کے معرکوں میں جان کھپائے۔ انہیں دشمنانِ دین کے نیزوں کی نوکوں اور تلواروں کی دھاروں پر چل کر اپنے کام کو آگے بڑھائے۔ جب ایک بندۂ مومن یہ کچھ کرنے اور سہنے کے لئے اٹھ کھڑا ہو تو سلوک کی بہت سی منازل خود بخود طے ہونے لگتی ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ اس سلوک کی فنی اصطلاحات اور مخصوص اذکار و اشغال کا کوئی مرتب اور منضبط سلسلہ نہ ہو لیکن اس کی طرف بڑھنے اور اس کے در پر حقِ بندگی ادا کر دینے کا کام اسی طرح انجام پاتا ہے چنانچہ اللہ کے کلام کا فہم حاصل کرنے کے بارے میں مشورے دیتے ہوئے تفہیم القرآن کے دیباچہ میں لکھتے ہیں :-

Marfat.com

آدمی قرآن کی روح سے پوری طرح آشنا نہیں ہونے پاتا جب تک عملاً وہ کام نہ کرے جس کے لئے قرآن آیا ہے۔ یہ محض نظریات اور خیالات کی کتاب نہیں ہے ــــ یہ ایک دعوت اور تحریک کی کتاب ہے۔ اس نے آتے ہی ایک خاموش طبع اور نیک نہاد انسان کو گوشۂ عزلت سے نکال کر خدا سے پھری ہوئی دنیا کے مقابلے میں لا کھڑا کیا۔ باطل کے خلاف اس سے آواز اٹھوائی اور وقت کے علمبرداران کفر و فسق و ضلالت سے اس کو لڑوا دیا۔ گھر گھر سے ایک ایک سعید روح اور پاکیزہ نفس کو کھینچ کھینچ کر لائی اور داعیٔ حق کے جھنڈے تلے ان سب کو اکٹھا کیا۔ گوشہ گوشہ سے ایک ایک فتنہ جو اور فساد پرور کو بھڑکا کر اٹھایا اور حامیانِ حق سے ان کی جنگ کرائی۔ ایک فردِ واحد کی پکار سے اپنا کام شروع کر کے خلافتِ الٰہیہ کے قیام تک پورے تئیس سال یہی کتاب اس عظیم الشان تحریک کی رہنمائی کرتی رہی اور حق و باطل کی اس طویل و جانگسل کشمکش کے دوران میں ایک ایک منزل اور ایک ایک مرحلے پر اس نے تخریب کے ڈھنگ اور تعمیر کے نقشے بتائے۔ اسے تو آپ پوری طرح اسی وقت سمجھ سکتے ہیں جب اسے لے کر اٹھیں اور دعوتِ الی اللہ کا کام شروع کریں اور جس جس طرح یہ کتاب ہدایت دیتی جائے اسی طرح قدم اٹھاتے

Marfat.com

چلے جائیں۔ تب وہ سارے تجربات آپ کو پیش آئیں گے جو نزول قرآن کے وقت پیش آئے تھے اور حبش اور طائف کی منزلیں بھی آپ دیکھیں گے اور بدر و احد سے لے کر حنین اور تبوک تک کے مراحل بھی آپ کے سامنے آئیں گے ابوجہل اور ابولہب سے بھی آپ کو واسطہ پڑے گا منافقین اور یہود بھی آپ کو ملیں گے اور سابقین اولین سے لے کر مؤلفۃ القلوب تک سبھی طرح کے انسانی نمونے آپ دیکھ بھی لیں گے اور برت بھی لیں گے یہ ایک اور ہی قسم کا سلوک ہے جس کو میں "سلوک قرآنی" کہتا ہوں۔ اس سلوک کی شان یہ ہے کہ اس کی جس جس منزل سے آپ گذرتے جائیں گے قرآن کی کچھ آیتیں اور سورتیں خود سامنے آ کر آپ کو بتاتی چلی جائیں گی کہ وہ اس منزل میں اتری تھیں۔ اور یہ ہدایت لے کر آئی تھیں۔ اس وقت یہ تو ممکن ہے کہ لغت اور نحو اور معانی اور بیان کے کچھ نکات سالک کی نگاہ سے چھپے رہ جائیں لیکن یہ ممکن نہیں ہے کہ قرآن اپنی روح کو اس کے سامنے بے نقاب کرنے سے بخل برت جائے۔"

مولانا کی اختیار کردہ اس راہ سلوک پر چلتے ہوئے مالک حقیقی کے ساتھ جو تعلق پیدا ہوتا ہے۔ اسے ناپنے ۔ تولنے اور بڑھانے کے لئے جو طریقہ مولانا

Marfat.com

کے نزدیک کارگر ہے۔ اسے انہوں نے اپنی ایک تقریر "ھدایات" میں بیان فرمایا ہے۔

" اللہ کے ساتھ ہمارا تعلق بڑھ رہا ہے یا گھٹ رہا ہے۔ یہ معلوم کرنے کے لئے آپ کو خواب کی بشارتوں اور کشف و کرامات کے ظہور اور اندھیری کوٹھری میں انوار کے مشاہدے کا انتظار کرنے کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ اس تعلق کو ناپنے کا پیمانہ تو اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے قلب میں ہی رکھ دیا ہے۔ آپ بیداری کی حالت میں اور دن کی روشنی میں ہر وقت اسی کو ناپ کر دیکھ سکتے ہیں۔ اپنی زندگی کا اپنی مساعی کا اور اپنے جذبات کا جائزہ لیجئے۔ اپنا حساب آپ لے کر دیکھیئے کہ ایمان لاکر اللہ سے بیع کا جو معاہدہ آپ کر چکے ہیں اسے آپ کہاں تک نبھا رہے ہیں۔ اللہ کی امانتوں میں آپ کا تصرف ایک امین ہی کا سا تصرف ہے یا کچھ خیانت بھی پائی جاتی ہے آپ کے اوقات اور محنتوں اور قابلیتوں اور اموال کا کتنا حصہ خدا کے کام میں جا رہا ہے اور کتنا دوسرے کاموں میں؟ آپ کے اپنے مفاد اور خدمات پر چوٹ پڑے تو آپ کے غصے اور بے کلی کا کیا حال ہوتا ہے اور جب خدا کے مقابلے میں بغاوت ہو رہی ہو تو اسے دیکھ کر آپ کے دل کی کڑھن اور آپ کے غضب اور بے چینی کی کیا کیفیت ہوتی ہے۔ یہ اور دوسرے بہت سے سوالات ہیں جو آپ خود اپنے نفس سے کر سکتے ہیں اور اس کا جواب لے کر ہر روز یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ اللہ سے آپ کا کوئی تعلق ہے یا نہیں اور ہے تو کتنا ہے اور اس میں کمی ہو رہی ہے یا اضافہ ہو رہا ہے۔

Marfat.com

رہیں بشارتیں اور کشوف وکرامات اور انوار وتجلیات تو آپ ان کے اکتساب کی فکر نہ کریں۔ سچی بات یہ ہے کہ اس مادی دنیا کے دھوکہ دینے والے مظاہر میں توحید کی حقیقت پا لینے سے بڑا کوئی کشف نہیں ہے۔ شیطان اور اس کی ذریات کے دلائے ہوئے ڈراووں اور لالچوں کے مقابلے میں راہ راست پر قائم رہنے سے بڑی کوئی کرامت نہیں ہے۔ کفر وفسق اور ضلالت کے اندھیروں میں حق کی روشنی دیکھنے اور اس کا اتباع کرنے سے بڑا کوئی مشاہدۂ انوار نہیں ہے اور مومن کو اگر کوئی سب سے بڑی بشارت مل سکتی ہے تو وہ اللہ کو رب مان کر اس پر جم جانے اور ثابت قدمی کے ساتھ اس کی راہ پر چلنے سے ملتی ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ○

پھر اس راہِ سلوک میں ذاتی اصلاح تزکیۂ نفس اور سعیٔ خیر کے لئے جو طریق انہوں نے تجویز کیا ہے۔ اس سے مولانا محترم نے ایک رفیق کے نام اپنے ایک مکتوب زنداں میں بیان کیا ہے۔

"ان اخلاقی کمزوریوں کے تین علاج ہیں۔ ایک مخلص دوستوں کی دعائے خیر، دوسرے صحبت خیر اور تیسرے خود اپنی سعیٔ خیر۔ دعائیں بھی آپ کے حق میں کرتا ہوں اور انشاء اللہ آپ کے دوسرے رفقاء بھی کرینگے صحبت ایسے آدمیوں کی اختیار کیجئے جو خدا سے ڈرنے والے ہیں۔ اور ان لوگوں سے دُور رہیئے۔ جن کے اندر خدا سے بے خوفی کی علامات

Marfat.com

پائی جاتی ہوں ۔ رہی تیسری چیز تو احتساب نفس سے زیادہ کارگر کوئی دوسری تدبیر اس مقصد کے لیئے نہیں ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک ایسی چیز عطا کی ہے جو اس کو بُرے اور بھلے کا فرق بھی بتاتی ہے ۔ برائی پر اُسے ٹوکتی اور ملامت بھی کرتی ہے اور بھلائی کی طرف اس کو اکساتی بھی ہے ۔ ہمارے قدیم لٹریچر میں اس کو نفس لوامہ کہتے تھے موجودہ زمانے کی اصطلاح میں اس کو ضمیر کہتے ہیں ۔ اگر انسان اس کو زندہ رکھے ۔ اس کی ملامتوں پر توجہ کرے اور جس جس چیز پر وہ ملامت کرتا جائے اسے چھوڑنے کی اور جس جس چیز کے اختیار کرنے کی وہ ہدایت کرتا جائے ۔ اسے اختیار کرنے کی کوشش کرتا رہے تو یوماً فیوماً اس کو ترقی ہوگی لیکن اگر آدمی اس کو دبانے کی کوشش کرے اور جب وہ کسی برائی پر ٹوکے تو تاویلیں کر کرکے اسے خاموش کرتا رہے اور اس کے تقاضوں کی خلاف ورزی کرتے کرتے اسے بالکل بے جان کر ڈالے تو پھر آدمی کا اخلاقی اور روحانی تنزل بڑھتا ہی چلا جاتا ہے ۔ یہاں تک کہ وہ اسفل السافلین میں پہنچ جاتا ہے ۔ یہی بات ہے جو قرآن مجید میں فرمائی گئی ہے کہ :-
قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ۔ پھر ضمیر بھی دو چیزوں کا محتاج ہے ۔ ایک یہ کہ اس کو زیادہ سے زیادہ علم کی روشنی بہم پہنچائی جائے تاکہ وہ بھلائی اور برائی دونوں سے خوب واقف ہو ۔ اس غرض کے لئے قرآن اور حدیث اور سیرت نبوی اور صالحین کی سیرتیں نہایت مفید ہیں دوسرے یہ کہ آدمی اپنے ضمیر کو مقویات کھلاتا رہے اور اس کی

Marfat.com

مقویات ہیں فرض اور نفل نمازیں۔ فرض اور نفلی روزے۔ زکوٰۃ اور صدقات و خیرات اور بندگانِ خدا کی خدمت اور راہِ خدا میں عملاً دوڑ دھوپ۔ یہ مقویات اس کو کھلاتے جائیے اور ترقی کے آسمانوں پر چڑھتے جائیے۔"

یہ وہ سیدھا سادھا طریقِ تزکیہ ہے جو مولانا مودودی اپنے لیے اور اپنے رفقاء کے لیے مفید سمجھتے ہیں لیکن اس راہِ سلوک کی کچھ خاص مشکلات بھی ہیں اور اس کے بعض مقامات پر آدمی ٹھٹک کر کھڑا رہ جاتا اور حیرانی و سرگشتگی میں بھی مبتلا ہو جاتا ہے۔ اسی چیز کو کسی صاحب نے مولانا . . . . . . کے سامنے پیش کیا۔ انہوں نے پوچھا کہ اقامتِ دین کا کام جتنا کچھ کٹھن اور اپنے تقاضوں کے لحاظ سے عظیم الشان ہے اس درجے کی قیادت ہم کہاں سے لا سکتے ہیں جو صاحبِ وحی و الہام ہو۔ پھر اس کام کو انجام دینے والے وہ مخلص مجاہدین کی جماعت کہاں سے میسر آ سکتی ہے جیسی کہ صحابہ کرام کی جماعت تھی۔ ان کا سا معیارِ ایمان و اخلاص کہاں سے آ سکتا ہے۔ اگر ہم قرآن کے سیاسی نظریئے پر کوئی گروہ منظم کر بھی لیں تو بھی اس میں وہ اخلاقی اور روحانی اسپرٹ کہاں سے پیدا ہو گی جو اسلامی نظامِ حیات کی صحیح نمائندگی کر سکے۔ مولانا مودودی نے اس رفیق کے خلجان اور حیرانی کا علاج تجویز کیا ہے اور ان شبہات و خیالات کو اقامتِ دین کی راہِ سلوک کے دھوکے قرار دیا ہے اور ایک تفصیلی گفتگو کے

53272

Marfat.com

ذریعہ ان کی نشان دہی اور ان سے بچنے کی تدابیر بیان کر دی ہیں اسی مضمون کا ایک طویل اقتباس درج ذیل ہے :-

" آپ کے اس خلجان کی ابتداء غالباً اس مقام سے ہوتی ہے کہ آپ اقامتِ دین کا جب تصور کرتے ہیں تو معاً آپ کے سامنے دورِ نبوت اپنی ساری تابناکیوں کے ساتھ آ جاتا ہے اور اس خیال سے آپ کا دل بیٹھنے لگتا ہے کہ وہ عظیم رہنما اور وہ بے نظیر کارکن آج کہاں ہیں۔ جن کے ہاتھوں یہ کام اس وقت ہوا تھا۔ آپ اپنے دل کا جائزہ لے کر تحقیق کیجئے۔ کہ جب یہ سوال آپ کے دل میں اُبھرتا ہے تو اس کے ساتھ کس قسم کے رجحانات آپ کے نفس کو اپنی طرف کھینچنا شروع کرتے ہیں۔ آپ گہرا جائزہ لیں گے تو نمایاں طور پہ دو رجحانات کی کشش آپ کو خود محسوس ہوگی۔

ایک یہ کہ مایوس ہو جاؤ۔ اب کہ وہ رہنما اور وہ کارکن میسر آ سکتے ہیں نہ یہ کام ہو سکیگا اس لئے بہتر یہ ہے کہ پورے دین کی اقامت کا تصور ہی چھوڑ دو۔ جو کام نہیں ہو سکتا اس کے پیچھے پڑنے سے کیا حاصل۔ دین کی جزوی خدمات میں سے کوئی ایک خدمت اپنے ہاتھ میں لے لو اور جیسی کچھ بری بھلی بن آئے کرتے رہو۔ میں اپنے ذاتی تجربات و مشاہدات کی بنا پہ کہتا ہوں کہ یہ اولین رجحان ہے جو اس مقام پہ آدمی کے سامنے آتا ہے۔ اور میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں۔ کہ یہ پہلا دھوکا ہے جو شیطان ایک نیک نفس مسلمان کو

Marfat.com

دنیا ہے تاکہ وہ اقامتِ دین کے نصب العین سے کسی طرح باز آجائے اس لیئے آگے کی کوئی بات سوچنے سے پہلے آپ کو چاہیئے کہ اس فریب کو اوّل قدم ہی پر پہچان لیں اور اگر آپ نیک نیّت ہیں۔ تو پُورے شعور اور عزم کے ساتھ اپنے ذہن میں پہلے اس کا اچھی طرح قلع قمع کر دیں۔

دوسرا رجحان جو اس کے سامنے آتا ہے یہ ہے کہ یہ کام ہے تو بے شک ضروری اور فرض مگر اس کے لیئے رہنماؤں اور کارکنوں میں وہی دینی رُوحانی واخلاقی اوصاف درکار ہیں۔ جن کی بدولت عہدِ نبوی میں یہ کام ہُوا تھا۔ لہٰذا پہلے ایسے بن جاؤ اور اس طرز کے آدمی بنالو پھر اس کام میں لگو۔ یہ دوسرا دھوکا ہے جو پہلے دھوکے سے بچ نکلنے والے کو شیطان رجیم دیا کرتا ہے۔ وہ جب دیکھتا ہے کہ یہ شخص اس نصب العین پہ جم گیا ہے اور اس سے ہٹنے پر کسی طرح راضی نہیں ہوتا تو پھر وہ اس کو فکر کی بجائے تدبیر کی ایک غلط راہ پر ڈالنے کی کوشش کرتا ہے وہ اس سے کہتا ہے کہ بیشک دریا پار تو جس منزل کی طرف جانا چاہتا ہے وہ ہے تو منزلِ مقصود ہی مگر بے وقوف تیرنا سیکھے بغیر دریا میں اُترے گا۔ پہلے دریا سے باہر خشکی پر تیرنے کی مشق اچھی طرح کرلے۔ پھر دریا میں قدم رکھ۔ اس طرح وہ ناصح مشفق آدمی کو واقعی بے وقوف بنا دیتا ہے اور جو لوگ اس کے داؤں سے مات کھا جاتے ہیں۔ وہ سب نہ صرف خود خشکی پر تیراکی کی مشق

Marfat.com

شروع کر دیتے ہیں بلکہ جن لوگوں کو اپنے ساتھ لے چلنا چاہتے ہیں۔ ان کو بھی خشکی کا تیراک بنانے میں خوب مہارت فن دکھاتے ہیں مگر اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان ماہرین فن کو اکثر تو عمر بھر دریا میں اترنے کی ہمت ہی نہیں ہوتی اور اگر کبھی اتر جاتے ہیں تو زمین پاؤں تلے سے نکلتے ہی یا غرق ہو جاتے ہیں یا دریا کے بہاؤ پر بہ نکلتے ہیں۔ کیونکہ دریا سے باہر خشکی پر تیراکی میں جو کمال پیدا کیا جاتا ہے وہ دریا کی روانی سے پہلا سابقہ پڑتے ہی کالعدم ہو جاتا ہے۔

ان دونو رجحانات کی غلطی کو اگر آدمی آغاز میں ہی محسوس کرے تو وہ اس طریق تزکیہ و تربیت کو آپ سے آپ ترجیح دیگا۔ جسے ہم نے ترجیح دی ہے لیکن اس راہ پر چند قدم چلتے ہی یکے بعد دیگرے کچھ دوراہے ایسے آتے ہیں۔ جن میں سے ہر ایک پر پہنچ کر آدمی کا دل چاہتا ہے کہ دائیں یا بائیں مڑ جائے اور اگر وہ نہ مڑے۔ تب بھی آگے چلتے ہوئے بار بار اس کے دل میں ایک کھٹک پیدا ہوتی ہے کہ وہ ان میں سے کسی موڑ پر کیوں نہ مڑ گیا۔ بلکہ بسا اوقات یہاں تک جی چاہنے لگتا ہے کہ پلٹے اور انہیں میں سے کسی موڑ کی طرف مڑ جائے۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ آپ ذرا اپنے ذہن میں اپنا سفر آغاز سے شروع کریں اور ان میں سے ہر ایک موڑ کی کشش محسوس کر کے ذرا اس کا جائزہ لے کر دیکھیں کہ ادھر کیا ہے اور کیا چیز اس کی طرف مائل کرتی ہے۔ ایک موڑ آتا ہے جب آدمی کے دل میں بار بار یہ خیال چٹکیاں لیتا ہے کہ اس کام کے لئے

Marfat.com

بہرحال تزکیہ نفس ضروری ہے اور تزکیہ نفس کے وہ طریقے جو مکے اور مدینے میں اختیار کئے گئے تھے ۔کچھ واضح اور منضبط نہیں ہیں اور بعد کے ادوا میں جن بزرگوں نے ان طریقوں کو منضبط کیا وہ صوفیائے کرام ہیں او ظاہر ہے کہ وہ سب بزرگانِ دین ہی ہیں لہٰذا اس کام کے لئے جو تزکیہ مطلوب ہے اس کو حاصل کرنے کے لئے تصوف کے معروف طریقوں میں سے کسی کو اختیار کرنا ناگزیر ہے ۔نئے طرز کے لوگوں میں تو شا کم ہوں مگر مذہبی خانوادوں میں جن لوگوں نے آنکھیں کھولی ہیں ان سب کو اس موڑ کی کشش کم و بیش متاثر کرتی ہے ۔میں ان سب لوگوں سے جو اس کشش کو محسوس کرتے ہیں عرض کرتا ہوں کہ براہِ کر اس مقام پر ٹھہر کر خوب اچھی طرح غور و تحقیق کریں ۔اور ذرا بے لاگ طریقے سے کریں ۔کیا واقعی کہیں صوفیانہ لٹریچر میں اس کا کوئی ثبوت ملتا ہے کہ اقامتِ دین اپنے وسیع و جامع تصوّر کے ساتھ اِن بزرگوں کے پیشِ نظر تھی جن سے یہ صوفیا طریقے ماثور ہیں ۔کیا کہیں اس بات کا پتہ نشان ملتا ہے کہ اس راستہ کیلئے کارکن تیار کرنے کی غرض سے انہوں نے ان طریقوں کو اختیار کیا تھا؟ کیا اِن طریقوں سے تیار کئے ہوئے آدمیوں نے کبھی یہ کام کیا ہے؟ اور کیا ہے تو کیا یہ طریقے اس کام میں مفید ثابت ہوئے ہیں؟

اگر کوئی شخص تحقیق میں بے جا عقیدتوں اور موروثی تعصبات کو

Marfat.com

دخل نہ دے گا اور ٹھنڈے دل سے بے لاگ تحقیق کرے گا۔ تو اسے اس معاملہ میں پورا اطمینان ہو جائے گا کہ اقامتِ دین کے لئے ہمیں اسی طریقِ تزکیہ پر اعتماد کرنا ہوگا۔ جو قرآن اور سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ملتا ہے۔ وہ اگر منضبط نہیں ہے تو اب اُسے منضبط کرنا چاہیئے۔

اس موڑ کو جو شخص پورے اطمینان کے ساتھ چھوڑ کر آگے بڑھتا ہے اُسے ذرا آگے چل کر ایک اور مقام پر حیرانی پیش آتی ہے۔ سیرت نگاروں نے عہدِ صحابہ کی شخصیتوں کے جو مرقعے کھینچے ہیں۔ وہ اس کی نگاہ میں گھومنے لگتے ہیں اور یہ دیکھ کر اس کا دل بیٹھنے لگتا ہے کہ ان کتابی مرقعوں سے ملتی جلتی شخصیتیں تو کہیں نظر نہیں آتیں۔ پھر بھلا یہ کام کیسے ہوگا۔ اس مقام پر آدمی ہر طرف نظر دوڑاتا ہے کہ کہاں کوئی راستہ ملتا ہے جدھر جا کر اپنی مطلوب شخصیتیں پا سکوں اور بسا اوقات شیطان یہاں بھی اس کو مشورہ دیتا ہے کہ بس اس جگہ سے پیچھے مڑ جاؤ یا مایوس ہو کر یہیں بیٹھ جاؤ۔ اس مرحلے پر بھی ٹھہر کر آدمی کو اچھی طرح غور کرنا چاہیئے اور ٹھنڈے دل سے تحقیق کر کے ایک رائے قائم کرنی چاہیئے۔ میں اپنے ذاتی تجربے کی بنا پر یہ عرض کرتا ہوں۔ کہ یہاں جو کچھ بھی حیرانی و پریشانی آدمی کو لاحق ہوتی ہے۔ دو حقیقتوں سے غفلت کی بنا پر ہوتی ہے۔ وہ دو حقیقتیں اگر اس کی سمجھ میں آ

Marfat.com

جائیں۔ تو قلب مطمئن ہو جاتا ہے اور آگے کا راستہ صاف نظر آنے لگتا ہے۔

پہلی حقیقت یہ ہے کہ جن شخصیتوں کے نمونے وہ تلاش کر رہا ہے وہ شخصیتیں نہ ایک دن میں بنی تھیں اور نہ آپ ہی آپ بن گئی تھیں وہ بنانے سے ہی بنی تھیں۔ سالہا سال میں بنی تھیں اور اگر یہ لوگ تحقیق سے کام لیں گے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ گوشہ ہائے عزلت میں نہیں بنی تھیں بلکہ قرآن و سُنت کی ہدائت کے مطابق اقامتِ دین کی جدوجہد میں لگ جانے اور جاہلیت کے خلاف کشمکش کرنے سے ہی تدریج بن سنور کر وہ اس مرتبے پر پہنچی تھیں جسے آپ سیرت کی کتابوں میں دیکھ دیکھ کر عش عش کر رہے ہیں۔ اب کوئی وجہ نہیں کہ شخصیت سازی کے اس طریقے کی پیروی کرنے سے وہی نتائج حاصل نہ ہوں اس درجے کے نتائج نہ سہی۔ اس طرز اور اس نوعیت کے نتائج تو یقیناً حاصل ہونے ہی چاہئیں بشرطیکہ صبر سے کام لے کر اس طریقے کی پیروی کی جائے اور حکمت و تفقہ کے ساتھ اس کو ٹھیک ٹھیک سمجھ کر کی جائے۔

دوسری حقیقت جس کو نہ سمجھنے کی وجہ سے یہ پریشانی لاحق ہوتی ہے یہ ہے کہ کتابی شخصیتیں واقعی شخصیتوں سے اچھی خاصی مختلف ہوتی ہیں۔ ایک گذرے ہوئے زمانے کے جو نقشے صفحۂ قرطاس پر کھینچے جاتے ہیں۔ گوشت پوست کی دنیا میں بعینہٖ وہ نقشے کبھی پیدا نہیں کئے جا سکتے لہٰذا جس شخص کو خیالی دنیا میں نہ رہنا ہو بلکہ واقعی دنیا میں کچھ کرنا ہو اسے

Marfat.com

اس خیالِ خام میں مبتلا نہ ہونا چاہیئے کہ گوشت پوست کے انسان کبھی بشری کمزوریوں سے بالکل منزّہ اور تمام مثالی کمالات کا مرقع بن سکیں گے۔ آپ حدِ کمال کو نگاہوں سے اوجھل تو نہ ہونے دیں اور اس تک خود پہنچنے اور دوسروں کو پہنچانے کی کوششیں بھی جاری رکھیں مگر جبکہ آپ کو عملاً خدا کی راہ میں کام کرنا اور ہزارہا آدمیوں سے کام لینا ہو تو قرآن و سنت کے مطابق دین کے تقاضوں اور مطالبات کی ایک حدِ اوسط آپ کو نگاہ میں رکھنی پڑے گی جس پر آپ کا اور آپ کے ساتھیوں کا قائم ہو جانا راہِ خدا میں کام کرنے کے لیئے کافی ہو اور جس سے نیچے گر جانا قابلِ برداشت نہ ہو۔ یہ حدِ اوسط خود ساختہ نہ ہونی چاہیئے۔ اس کا ماخذ خدا کی کتاب اور اس کے رسولؐ کی سنت ہی ہونی چاہیئے۔ لیکن بہرحال اس حد کو سمجھنا اور نگاہ میں رکھنا ضروری ہے۔ اس کے بغیر کوئی عملی کام آدمی نہیں کر سکتا۔ صدرِ اوّل میں جن لوگوں سے خدا کا کام لیا گیا تھا وہ سب ہی یکساں نہ تھے اور نہ ان میں سے کوئی بشری کمزوریوں سے مبرّا تھا۔ آج بھی جن لوگوں کے ہاتھوں یہ کام ہوگا وہ ہر طرح کی کمزوریوں سے پاک نہ ہوں گے۔ یہ خوبی نظامِ جماعت میں ہونی چاہیئے کہ وہ مجموعی طور پر ایک صالح اور حکیمانہ نظام ہو۔ اور اس کے اندر یہ استعداد بھی موجود ہو کہ افراد اس میں شامل ہو کر دینِ حق کی زیادہ سے زیادہ خدمت انجام دیں اور ان کی کمزوریاں بروئے کار آنے کے کم سے کم مواقع پائیں۔

ان سب الجھنوں سے بچ نکلنے کے بعد پھر بھی آدمی کے دل میں یہ خلجان

Marfat.com

باقی رہ جاتا ہے کہ اپنے جن رفتار کے ساتھ وہ اقامتِ دین کا کام کر رہا ہے وہ معیارِ مطلوب سے بہت کم ہیں اور ان کے اندر بہت سے پہلوؤں میں ابھی بہت سی خامیاں پائی جاتی ہیں۔ اس خلجان سے میں نے کسی رفیق کو بھی خالی نہیں پایا ہے اور میں خود بھی اس سے خالی نہیں ہوں لیکن میں کہتا ہوں کہ اگر یہ خلجان ہمیں اپنی اور اپنے ساتھیوں کی خامیاں دور کرنے پر اکساتا ہے اور ان صحیح ذرائع و وسائل کی تلاش اور اس کے استعمال پر آمادہ کرتا ہے جن سے یہ خامیاں دور ہوں تو مبارک ہے یہ خلجان۔ اسے مٹنا نہیں اور بڑھنا چاہیئے کیونکہ ہماری ساری اخلاقی و روحانی ترقی کا انحصار اسی خلجان کی پیدا کی ہوئی خلش پر ہے جس روز یہ مٹا اور ہم اپنی جگہ مطمئن ہو گئے کہ جو کچھ ہمیں بننا تھا وہ ہم بن چکے ہیں۔ اسی روز ہماری ترقی بند ہو جائے گی۔ اور ہمارا تنزل شروع ہو جائے گا۔ لیکن اگر یہ خلجان ہمیں مایوسی اور فرار پر آمادہ کرتا ہو تو یہ خلجان نہیں وسوسۂ شیطان ہے جب بھی اس کی کھٹک محسوس ہو تو لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھیے اور اپنے کام میں لگ جائیے۔ اگر آپ واقعی خدا کا کام کرنے اٹھے ہیں تو خوب سمجھ لیجیئے کہ ایسے وساوس سے دل کو پاک کئے بغیر آپ کچھ نہ کر سکیں گے۔ اس وقت شیطان کے لئے اس سے زیادہ مرغوب کوئی کام نہیں ہے کہ آپ کے سامنے تحریکِ اسلامی کی ہر خوبی کو بے قدر اور بے وزن کر کے پیش کرے اور اس کی یا اس کے افراد کی ہر کمزوری کو بڑھا چڑھا کر دکھائے تاکہ آپ کسی صورت دل چھوڑ بیٹھیں۔

(ترجمان القرآن صفحہ ۲۷۱ نومبر ۱۹۵۱ء)

Marfat.com

یہ وہ اقامتِ دین کی سیدھی اور مستقیم راہ سلوک ہے جس پر مولانا مودودی برسوں سے خود چل رہے ہیں اور بے شمار بندگانِ خدا کو چلا رہے ہیں۔ اِن چلنے والوں کے مختلف مقامات اور مختلف قلبی اور ذہنی کیفیات ہیں۔ اِن سب کے سامنے مولانا نے اس راہ کی مختلف مشکلات کی وضاحت اور مختلف پیچیدہ مقامات اور دھوکہ دینے والے منظاہر اور دوراہوں کی نشاندہی کر کے ان کا علاج بھی تجویز کر دیا ہے۔ یہ وہی راہِ سلوک ہے جس پر فنّی اصطلاحات کی گرانباری اور منضبط اصول و قواعد کی قید و بندش کے بغیر ہی حضورؐ اور آپ کے رفقاء نے چل کر اللہ کا کام سرانجام دیا اور اس کام کو سرانجام دینے کے لئے مولانا اور ان کے ساتھی کوششیں کر رہے ہیں۔ اللہ کی راہ میں اُٹھ کھڑے ہونا۔ اس کے رسولِ پاکؐ کے اسوۂ کے احترام و اطاعت کا قوی تریں جذبہ لے کر اپنے آپ پر فرائض کی پابندی اور کبائر سے اجتناب کا پہرہ لگا دینا۔ ساری عمر کے لئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے مقام پر کھڑے ہو کر گزار دینے کا عہد کر لینا اور اس راہ میں تن، من، دھن سب کچھ کھپا دینے کا عزم کر کے آگے ہی آگے بڑھتے چلے جانا اللہ کی راہ میں اس کے دیئے ہوئے سارے سرمایہ و مال کو لٹا کر اس سے آخرت کے اجر کی توقع باندھنا اور کسی قسم کے کبر و ریا کے بغیر بندگانِ خدا کی تعریف و خدمت سے بے نیاز ہو کر دیوانہ وار اس راہ پہ گامزن رہنا اور اس راہ میں جان دینے کی تمنائیں دل میں پالنا اور پرورش کرنا۔ بس اقامتِ دین کی راہِ سلوک

Marfat.com

کے یہی خدوخال اور نشانات ہیں اور ان خدوخال سلسلہ پر چلنے والے راہرو کے لیے کسی کو یہ اطمینان دلانا تو مشکل ہے کہ وہ فنی اور اصطلاحی تصوف کے آداب و مدارج کا پورا اہتمام کر رہا ہے یا نہیں البتہ اس کا قلب یہ گواہی ضرور دے سکتا ہے کہ یہ راہِ سلوک دنیا اور آخرت میں اللہ کی رضا حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

لائل پور

اسعد گیلانی

یکم نومبر ۱۹۵۷ء

Marfat.com

تصوّف

یہ ہمارے دینی لٹریچر کا ایک نہایت ہی مشہور و معروف لفظ ہے۔ مگر یہ جتنا مشہور ہے اتنا ہی مغلق و مبہم اور مختلف معانی و مطالب کا حامل بھی ہے۔ ایک شخص اس کے ایک معنی اپنے ذہن میں رکھتا ہے اور دوسرا کوئی دوسرے معنی اور جب دونوں گفتگو کرتے ہیں تو ہر شخص اپنے ہی تصوّر کے مقتضیات و لوازم کے مطابق گفتگو کرتا ہے اور نتیجۃً ہر شخص دوسرے کو تصوف کا منکر و مخالف قرار دے دیتا ہے۔ پھر آگے بڑھ کر اس انکار و مخالفت سے جو جو کچھ لازم آتا ہے۔ وہ سب بے تکلف اس کے سر چیپک دیا جاتا ہے درآنحالیکہ وہ کہہ رہا ہوتا ہے کہ میں تصوّف کا منکر و مخالف نہیں ہوں بلکہ اس کی ضرورت و اہمیت کا اتنی ہی شدت سے قائل ہوں۔ جتنی شدت سے تم اسے پیش کرتے ہو، علم و ادب کی تاریخ میں یہ کوئی نئی اور تعجب خیز بات نہیں ہے کہ ایک لفظ اپنے ابتدائی مدلول سے ہٹ کر کچھ دوسرے معنی میں لے لیا جائے اور پھر وہ الجھنوں، پیچیدگیوں، مباحثوں اور بالآخر باہمی مخالفتوں کا باعث بن جائے مگر اس کا حل بھی کچھ مشکل نہیں ہے۔ قطع نظر اس سے کہ لفظ "تصوف" عہدِ نبوی و عہدِ صحابہ و تابعین کے بعد رائج ہوا ہے یا اس سے پہلے بھی اس کا کوئی پتہ چلتا ہے اور قطع نظر اس سے کہ آیا یہ لفظ "صفا" سے بنا ہے یا "صوف" سے یا "صُفّہ" سے دیکھنے کی چیز صرف یہ ہے۔ کہ اس کی تعریف کیا کی جاتی ہے؟ اگر اس کے معنی کوئی شخص وہ کچھ بتائے جو قرآن و حدیث کے مطابق ہیں تو اس بات کے قطع نظر اس سے کہ

Marfat.com

یہ اصطلاح قرآن و حدیث کی کن اصطلاحوں کی جگہ استعمال کیجاتی ہے۔ اسے بالکل قابل قبول ہونا چاہیئے اور لفظی نزاع کو اہمیت ہرگز نہ دینی چاہیئے اور اگر کوئی شخص اس کے ایسے معنی بتلائے جو کسی طرح قرآن و حدیث کی تعلیم سے لگا نہیں کھاتے اسے قبول یا گوارہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں، اسے صاف غلط کہنا چاہیئے اور اس سے تبرا کرنا چاہیئے۔ مگر بحث و مطالعہ کے دوران میں اسے ضرور ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ کہ کس نے اس لفظ سے کیا معنی مراد لے رکھے ہیں اور جس نے جو معنی بھی اس کے متعین کئے ہیں۔ ان کو وہی درجہ دینا چاہیئے جس کے وہ مستحق ہیں)۔

یہ ایک سیدھی اور معقول بات ہے۔ کہ اگر اسے پیش نظر رکھا جائے تو علمی و دینی مباحث میں شائد بہت سے جھگڑے سرے سے پیدا ہی نہ ہوں اور اگر پیدا ہوں۔ تو شاید وہ کبھی تلخیوں اور ہنگامہ آرائیوں تک نہ پہنچ سکیں۔ مگر یہ صورت حال نہایت افسوسناک ہے کہ بہت سے لوگ اسے نظر انداز کرکے خود بھی سخت فکری الجھنوں میں مبتلا رہتے ہیں اور دوسروں کو بھی طرح طرح کی الجھنوں میں ڈال کر باہمی بدگمانیوں اور بے اعتمادیوں کی ایک نہایت تاریک فضا پیدا کر دیتے ہیں اور تکفیر و تضلیل تک کے ہنگامے اٹھا کھڑے کرتے ہیں۔

دور کیوں جائیے۔ دور حاضر میں مولانا مودودی ہی کے معاملہ کو لیجیے۔ موصوف ایک کثیر التصانیف عالم دین ہیں اور انھوں نے علمی و دینی مسائل پر ہزاروں صفحات کا لٹریچر میدان میں ڈال دیا ہے جو" یاران نکتہ داں" کے لئے صلائے عام دے رہا ہے۔ پھر اس علمی کام کے ساتھ ان کا عملی کام ان کی برپا کردہ تحریک

Marfat.com

ان کی قائم کردہ جماعت، اس جماعت کی دعوتی جدوجہد، اس جدوجہد کے اثرات ونتائج اور اس تحریک جدوجہد اور اس کے اثرات ونتائج میں خود ان کا اپنا پارٹ وہ چیز نہیں ہے جو کسی سے چھپی ہوئی ہو۔ ان تمام علمی وعملی کاموں کے دیکھنے اور جاننے والا کوئی شخص یہ تصور نہیں کر سکتا۔ کہ وہ صوفی نہیں ہیں۔ مگر ان پر بعض مذہبی حلقوں سے تصوف کے انکار کا نہایت سنگین الزام لگایا جاتا ہے اور یہاں تک کہا جاتا ہے کہ دین کے اس شعبہ سے وہ اعتقاداً وعملاً بالکل فارغ ہیں ——— ہم دکھانا چاہتے ہیں کہ اس معاملہ میں کون کیا نقطہ نظر اختیار کر رہا ہے اور کس کا موقف مضبوط وصحیح اور کس کا کمزور وغلط ہے۔

مولانا مودودی کا نظریۂ تصوّف

چونکہ مولانا مودودی دین کے تمام شعبوں کو عملاً قائم ونافذ کرنے کے لیے ربع صدی سے سرگرم کار ہیں۔ اس لئے اُنھوں نے اپنی تحریروں میں جہاں دین کے دوسرے تمام شعبے زیر بحث لائے ہیں۔ وہاں تصوّف کے بارے میں بھی جگہ جگہ روشنی ڈالی ہے اور اپنے خیالات کو پوری وضاحت سے پیش کر دیا ہے۔ مثلاً ایک جگہ فرماتے ہیں :-

"تصوف کسی ایک چیز کا نام نہیں، بلکہ بہت سی مختلف چیزیں اس نام سے موسوم ہو گئی ہیں۔ جس تصوف کی ہم تصدیق کرتے ہیں وہ اور چیز ہے۔ جس تصوف کی ہم تردید کرتے ہیں وہ ایک دوسری چیز اور جس تصوف کی ہم اصلاح چاہتے ہیں وہ ایک تیسری چیز۔

Marfat.com

ایک تصوف وہ ہے جو اسلام کے ابتدائی دور کے صوفیہ میں تھا۔ مثلاً فضیل بن عیاض، ابراہیم ادھم، معروف کرخی وغیرھم رحمہم اللہ اس کا کوئی الگ فلسفہ نہ تھا۔ اس کا کوئی الگ طریقہ نہ تھا۔ وہی افکار اور وہی اشغال و اعمال تھے۔ جو کتاب و سنت سے ماخوذ تھے اور ان سب کا وہی مقصود تھا جو اسلام کا مقصود ہے یعنی اخلاص للہ اور توجہ الی اللہ۔ وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ ۔ اس تصوف کی ہم تصدیق کرتے ہیں اور صرف تصدیق ہی نہیں کرتے بلکہ اس کو زندہ اور شائع کرنا چاہتے ہیں

دوسرا تصوف وہ ہے جس میں اشراقی اور رواقی، اور زردشتی اور ویدانتی فلسفوں کی آمیزش ہو گئی ہے جس میں عیسائی راہبوں اور ہندو جوگیوں کے طریقے شامل ہو گئے ہیں جس میں مشرکانہ تخیلات و اعمال تک خلط ملط ہو گئے ہیں جس میں شریعت اور طریقت اور معرفت الگ الگ چیزیں —— ایک دوسرے سے کم و بیش بے تعلق بلکہ بسا اوقات باہم متضاد —— بن گئی ہیں۔ اور جس میں انسان کو خلیفۃ اللہ فی الارض کے فرائض کی انجام دہی کے لئے تیار کرنے کی بجائے اس سے بالکل مختلف دوسرے کاموں کے لیے ہی تیار کیا جاتا ہے۔ اس تصوف کی ہم تردید کرتے ہیں اور ہمارے نزدیک اس کو مٹانا خدا کے دین کو قائم کرنے کے لئے اتنا ہی ضروری ہے۔ جتنا کہ جاہلیت جدیدہ کو مٹانا۔

Marfat.com

ان دونوں کے علاوہ ایک اور تصوف بھی ہے جس میں کچھ خصوصیات پہلی قسم کے تصوف کی اور کچھ خصوصیات دوسری قسم کے تصوف کی ملی جلی پائی جاتی ہیں۔ اس تصوف کے طریقوں کو متعدد ایسے بزرگوں نے مرتب کیا ہے جو صاحبِ علم تھے نیک نیت تھے مگر اپنے دور کی خصوصیات اور پچھلے ادوار کے اثرات سے بالکل محفوظ بھی نہ تھے۔ انھوں نے اسلام کے اصلی تصوف کو سمجھنے اور اس کے طریقوں کو جاہلی تصوف کی آلودگیوں سے پاک کرنے کی پوری کوشش کی۔ لیکن اس کے باوجود ان کے نظریات میں کچھ نہ کچھ اثرات جاہلی فلسفہ وتصوف کے اور ان کے اعمال و اشغال میں کچھ نہ کچھ اثرات باہر سے لئے ہوئے اعمال واشغال کے باقی رہ گئے۔ جن کے بارے میں ان کو یہ اشتباہ پیش آیا کہ یہ چیزیں کتاب وسنت کی تعلیم سے متصادم نہیں ہیں یا کم از کم تاویل سے انھیں غیر متصادم سمجھا جا سکتا ہے۔ علاوہ بریں اس تصوف کے مقاصد اور نتائج بھی اسلام کے مقصد اور اس کے مطلوبہ نتائج سے کم و بیش مختلف ہیں۔ نہ اس کا مقصد واضح طور پر ہر انسان کو فرائضِ اخلاق کی ادائیگی کے لئے تیار کرنا اور وہ چیز بنانا ہے جسے قرآن نے لِتَكُونُوا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ کے الفاظ میں بیان کیا ہے اور نہ اس کا نتیجہ ہی یہ ہو سکا ہے کہ اس کے ذریعہ سے ایسے آدمی تیار ہوتے جو دین کے

Marfat.com

پورے تصور کو سمجھتے اور اس کی اقامت کی فکر انھیں لاحق ہوتی۔ اور وہ اس کام کو انجام دینے کے اہل بھی ہوتے۔ اس تیسری قسم کے تصوف کی نہ ہم کلی تصدیق کرتے ہیں اور نہ کلی تردید۔ بلکہ اس کے پیروؤں اور حامیوں سے ہماری گزارش یہ ہے کہ براہ کرم بڑی بڑی شخصیتوں کی عقیدت کو اپنی جگہ رکھتے ہوئے آپ اس تصوف پر کتاب و سنت کی روشنی میں تنقیدی نگاہ ڈالیں۔ اور اسے درست کرنے کی کوشش کریں۔ نیز جو شخص اس تصوف کی کسی چیز سے اس بنا پر اختلاف کرے۔ کہ وہ اسے کتاب و سنت کے خلاف پاتا ہے۔ تو قطع نظر اس سے کہ آپ اس کی رائے سے موافقت کریں یا مخالفت بہرحال اس کے حق تنقید کا انکار نہ فرمائیں اور اسے خواہ مخواہ نشانۂ ملامت نہ بنانے لگیں" ترجمان القرآن بابت جمادی الاولیٰ ۱۳۷۱ھ م،

فروری ۱۹۵۲ء)

تصوف کے مسئلہ پر دورِ حاضر کے لٹریچر میں اور خود مولانا کی اپنی تحریروں میں اس سے زیادہ بہتر کوئی اور چیز میری نظر سے نہیں گزری مگر اتنی واضح اور مدلل تحریر کے باوجود جس جس طرح مولانا پر تصوف سے لاعلمی اور اس کے انکار کا الزام لگایا گیا ہے۔ اس کی وضاحت کے لئے ہم معترض گروہوں کے دو نمائندوں کا انتخاب کرتے ہیں جنھوں نے اپنے خیالات و اعتراضات کو بالتفصیل پیش کیا ہے۔ ان میں ایک ہیں مولانا حکیم عبدالرشید محمود صاحب گنگوہی اور دوسرے ہیں۔ مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدیر "الفرقان" لکھنؤ۔

Marfat.com

حکیم عبدالرشید محمود صاحب کے خیالات و اعتراضات پر ایک نظر

دین کا ایک اہم شعبہ

جناب حکیم صاحب قبلہ فرماتے ہیں :-

" ایک اہم ترین ضرر دین کے ایک بڑے شعبہ سلوک و تصوف اور احسان کے متعلق بھی ہے ۔ اکابر جماعت چونکہ اس کوچے سے عملاً اور اعتقاداً بالکل فارغ ہیں ۔ اس لئے اب اس جماعت کا مزاج یہ بنتا جا رہا ہے کہ اس شعبہ کی خیر سے نہ صرف محروم ہیں بلکہ اس خیر کے حاملین صوفیاء کرام اور ارباب سلوک (جو تنہا اس کفرزار آذرستان میں اشاعت اسلام کے اللہ تعالے کی طرف سے آلہ جارحہ رہے اور جن کے انفاس پاک سے آج کروڑوں مسلمان یہاں نظر آرہے ہیں) شعوری یا غیر شعوری طور پر مبغوض ہوتے جا رہے اور جن قدسی نفوس کو ہم قرآن و سنت کا مکھن کھانے اور کھلانے والا تصور کرتے تھے ۔ آج وہ یوگی، اشراقی اور سنیاسی کے القاب سے ملقب کئے جا رہے ہیں اور ان کو قطعاً یہ اندازہ نہیں کہ ہم کتنی بڑی خیر سے محروم اور کیسی عظیم جسارت کے مرتکب ہو رہے ہیں ۔ صراحتہً وہ لوگ سلوک و احسان کے منکر نہیں مگر حصول احسان و تحصیل سلوک کے طرق متعارفہ

Marfat.com

صوفیاء کا وہ اس شدت سے رد کرتے ہیں کہ وہ صرف طرق ہی سے اختلاف کی حد تک نہیں رہتا بلکہ ان طرق کو اختیار کرنیوالوں کی تنقیص اور بدگمانی تک منجر ہوجاتا ہے۔"

آگے چل کر فرماتے ہیں :-

"یہ طرق وسائل احسان کے موقوف علیہ نہیں نہ ان پر انحصار ہے کہ الطرق الی اللہ بعدد انفاس الخلائق مسلم ہے۔"

چند فقروں کے بعد ارشاد ہوتا ہے :-

"اگر کسی شخص کو ان طرق سے مناسبت نہ ہو تو نہ اختیار کرے کہ ماموربہ تو ہیں نہیں۔ ایسے شخص کے لئے صرف عبادات مقصودہ ماموربہا ہی پر جن کی ہیئات بھی مطلوب و منصوص ہیں۔ قناعت کافی ہے۔ اس کو نسبت احسان انہی عبادات مقصودہ میں حاصل ہو سکتی ہے بلکہ استعمال طرق کے بعد جب احسان تک سالک پہنچ جاتا ہے تو شائخ ترک طرق کا حکم دیکر صرف منصوصہ عبادات میں مشغولی کا مشورہ دیتے ہیں۔ غرض مقصد یہ ہے کہ ان طرق کا رد و انکار اور بغض و کراہت تو ایک تعدی ہے جو ان امجاد و اساطین امت کے رد و انکار اور بغض و تخفیف تک مفضی ہوتی ہے۔ غایت مافی الباب نہ اختیار کرے۔ اختیار پر اصرار نہیں۔ اس لئے کہ ان پر مدار نجات نہ یہ احسان کے موقوف علیہ، محض وسائل کے درجہ میں ہیں۔ جن کو باحتیاط استعمال کیا جا سکتا ہے۔ نقشبندیہ اور خصوصاً

Marfat.com

حضرت مجدد الف ثانی سرہندیؒ نے تصور شیخ تک کو استعمال کرایا۔ جو بجید خطرناک اور مخدوش طریقہ ہے، محض اس لئے کہ جانتے تھے، لوگ عموماً خوگر پیکر محسوس ہیں، صورت محسوس کے بغیر مجرد معنیٰ تک وصول کی صلاحیت ہی نہیں۔ محسوس پرستی کا ذوق اس قدر مسلط ہے اور تجرید و تفرید معانی سے اس قدر عاری ہیں کہ بغیر اس کے خدا کا تصور و تمکن قلوب میں ہوتا ہی نہیں۔ سالہا سال کی اصنام پرستی، صورت پسندی اور اِجْعَلْ لَّنَا اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ اور لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً کی بدذوقی نے تنزیہی الوہیت بے شبہ و مثال بے کیف ولون، بے جہت و قیاس خدا کا تصور دشوار تر کر دیا اور وصول ہے ضروری لہٰذا ہوائی سفر کے بجائے چھکڑے ہی کے ذریعے اگر قطع مسافت ممکن ہو تو یوں ہی سہی بمقصد تو وصول ہے مگر چونکہ مخدوش ہے۔ اس لئے بعض حضرات نے اس سے گریز بھی کیا۔ حاصل یہ ہے کہ یہ طرق اس جماعت کے نزدیک اس درجہ منکر اور مبغوض ہو گئے۔ کہ اب یہ بغض و منکریت ذوات صالحین تک پہنچ گئی"۔ ترجمان القرآن بابت جمادی الاولیٰ تا رجب ۱۳۵۰ھ ۴ مارچ تا مئی ۱۹۳۱ء

دو سوال ان اقتباسات کو سامنے رکھنے سے پہلا سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر وہ کونسا تصوف ہے جس سے اکابر جماعت عملاً اور اعتقاداً بالکل فارغ ہیں؟ اگر یہ وہی تصوف ہے جس کا ذکر مولانا مودودی نے اپنی تحریر

Marfat.com

میں منبر پر کیا ہے تو اس کی تو وہ تصدیق کرتے ہیں اور "صرف تصدیق ہی نہیں کرتے بلکہ اس کو زندہ اور جاوید کرنا چاہتے ہیں"؟ پھر اس سے عملاً اور اعتقاداً بالکل فارغ ہونے کا کیا مطلب ہے؟ مزید برآں جو شخص دین کو تمام شعبوں سمیت ایک نظامِ زندگی کی حیثیت سے پیش کرنے میں کم و بیش ایک چوتھائی صدی سے مصروف ہے اور عملی حیثیت سے اسی کو قائم و نافذ کرنے کے لئے اپنی جان کھپا رہا ہے۔ اس کے متعلق یہ کہنا کہ 'دین کے ایک بڑے شعبہ' سے وہ عملاً اور اعتقاداً بالکل فارغ ہے۔ ایسا تجزیہ ہے جس کا جواب نہیں۔ اس صورت میں تو مولانا مودودی اور ان کے ساتھی صریحاً اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ کی زد میں آ جاتے ہیں اور معترض بزرگ پر واجب ہو جاتا ہے۔ کہ وہ مولانا اور ان کے ساتھیوں کے کفر و ایمان کا واجبی فیصلہ کر دیں اور اگر اس سے مراد تصوف نمبر دو ہے تو پھر سرے سے وہ دین کا کوئی شعبہ ہی نہیں۔ چہ جائیکہ "ایک بڑا شعبہ" اور مولانا کی روش لائقِ تحسین و لائقِ تقلید ہے کہ انھوں نے اپنے آپ کو اور اپنی جماعت کو اس تصوف سے پوری طرح بچا رکھا ہے' اگر کوئی اس کوچہ کا شہسوار ہے تو وہ بہ نظر شوق و ذوق اس کوچہ میں دوڑتا رہے' وہ اپنی جولانیوں اور سرگرمیوں کے لئے خود خدا کے سامنے جواب دہ ہوگا۔ مگر اسے کیا حق ہے کہ وہ کسی مردِ مومن سے ایسے اعتقاد و عمل کا مطالبہ کرے۔ جس میں شریعت اور طریقت ایک دوسرے سے کم و بیش بے تعلق بلکہ بسا اوقات باہم متضاد بنا کر رکھدی گئی ہیں اور اگر تصوف سے مراد ہے تو سوال یہ ہے کہ اس تصوف کے وہ کونسے اجزاء ہیں جو اگرچہ مطابقِ کتاب و سنت ہیں؟ لیکن مولانا مودودی ان سے عملاً اور اعتقاداً بالکل

Marfat.com

خارج ہیں ؛ اگر ان کی نشاندہی کی جاسکتی ہو تو ضرور کی جانی چاہیئے اور جب تک ان کی پوری توضیح نہ کیجائے ۔ مولانا کے اعتقاد وعمل پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوسکتا۔ رہ گئے وہ اجزاء جو کتاب وسنت کے خلاف ہیں اور جن کی اصلاح مولانا کے پیشِ نظر ہے ۔ تو اگر وہ ان سے عملاً اور اعتقاداً بالکل فارغ ہیں تو یہ بالکل ایک مردِ مومن کی روش ہے جو لوگ ان خلافِ کتاب وسنت اجزار کو مولانا کے عمل واعتقاد میں داخل کرنا چاہتے ہیں ۔ انھیں دوسروں کی فکر چھوڑ کر خود اپنے ایمان بالقرآن والسنۃ کا جائزہ لینا چاہیئے ـــــ سخت افسوس کی بات ہے ۔کہ جن لوگوں کا ذہن خود اتنی الجھنوں اور غلط فہمیوں کے جالوں کا مستقر ہے ۔ان کی زبان اس شخص پر اعتراض کرنے کے لیے اٹھتی ہے جس کا ذہنی سلجھاؤ اور فکری توازن ایک مثالی حیثیت رکھتا ہے ۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ صوفیاء کرام اور ارباب سلوک کے مبغوض ہونے اور قرآن و سنّت کا مکھن کھانے اور کھلانے والوں کا یوگی ۔ اشراقی اور سنیاسی کے القاب سے ملقب ہونے کا آخر ثبوت کیا ہے ؟ یہ بات معترض بزرگ نے کہاں پائی ہے ؟ کیا ان کے اعتراض کا مبنیٰ اور منشا وہ عبارت ہے جو "تجدید احیاء دین" میں درج ہے اور جس کے الفاظ یہ ہیں :۔

" یہ نظریہ بجائے خود غیر تمدنی نظریہ ہے ۔مگر تمدن پر یہ متعدد طریقوں سے اثر انداز ہوتا ہے ، اس کی بنیاد پر ایک خاص قسم کا نظامِ فلسفہ بنتا ہے جس کی مختلف شکلیں ویدانتزم ۔ اشراقیت یوگ تصوف مسیحی رہبانیت اور بدھ ازم وغیرہ ناموں سے مشہور ہیں"

Marfat.com

اگر یہی عبارت ہے جس سے معترض بزرگ نے صوفیاء کرام کے مبغوض ہونے اور ان کے یوگی اور اشراقی کے القاب سے ملقب ہونیکا نتیجہ اخذ فرمایا ہے تو اس کلام فہمی پر ایک طفلِ مکتب بھی ہنس پڑے گا اور شائد کہیں سے اس پر داد نہ مل سکیگی کیونکہ یہاں "تصوف" کا لفظ اس معنی میں تو نہیں ہے جسے مولانا مودودی نے اپنی تقسیم تصوف نمبر۲ میں بتایا ہے۔ مولانا نے تو لفظ "تصوف" کے آگے اور پیچھے ویدانتزم اشراقیت، یوگ، مسیحی رہبانیت اور بدھ ازم کے الفاظ لکھ کر خود ہی واضح کر دیا ہے۔ کہ ان کی مراد تصوف نمبر دو ہی سے ہے، ان کی عبارت تو اتنی صاف اور منقح ہے۔ کہ اس کی تشریح کی حاجت نہیں۔ جب وہ لفظ "تصوف" کو ویدانتزم، اشراقیت یوگ، مسیحی، رہبانیت اور بدھ ازم کے خاندان کا ایک فرد بتاتے ہیں۔ تو یہ بات از خود سمجھ میں آجاتی ہے کہ یہ وہ تصوف نہیں جس کے حاملین (معترض بزرگ کے الفاظ میں) " تنہا اس کفر زار آذرستان میں اشاعتِ اسلام کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آلۂ جارحہ تھے اور جن کے انفاس پاک سے آج کروڑوں مسلمان یہاں نظر آ رہے ہیں"۔ اور جو قرآن و سنت کا مکھن کھانے اور کھلانے والے تھے۔ کیا آپ کے خیال میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آلۂ جارحہ بننے والے یہ انفاس پاک ویدانتزم اشراقیت، یوگ، مسیحی رہبانیت اور بدھ ازم والے تصوف کے حامی رہے ہیں؟ اگر نہیں تو بات کو الٹ کر ایسا سنگین الزام عائد کر دینے کی آپ نے کیسے جرأت کی ہے؟ آپ زیادہ سے زیادہ یہی تو کہہ سکتے ہیں کہ لفظ "تصوف" کے استعمال میں التباس کا ایک پہلو موجود ہے کیونکہ خود مولانا مودودی کے بقول "تصوف کسی ایک چیز کا نام نہیں ہے بلکہ بہت سی مختلف چیزیں اس نام

Marfat.com

سے موسوم ہو گئی ہیں" لہٰذا اس کا استعمال مناسب نہیں۔ اگر بات یہیں تک ہے تو صرف ایک لفظی نزاع بن جاتی ہے جس کا اعتقاد و عمل سے کوئی تعلق نہیں ہے اور اس صورت میں "وہ سروں پر کیسی عظیم جسارت کے مرتکب ہو رہے ہیں" کا اعتراض وارد کرنے کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی ——— اگر مذکورہ بالا عبارت نہیں بلکہ کچھ دوسری عبارتوں سے معترض بزرگ نے ایسا سنگین نتیجہ برآمد کیا ہے تو آخر انھیں پیش کیوں نہ کیا گیا؟ کیا دنیا کو اس سے باخبر کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ مودودی صاحب نے فلاں فلاں جگہ یہ یہ باتیں لکھی ہیں تاکہ کوئی چاہے تو خود اپنی آنکھوں سے اس قسم کی تحریریں دیکھ کر کسی صحیح نتیجہ پر پہنچ سکے۔

ہم نے اوپر معترض بزرگ کے جس مضمون سے اقتباسات پیش کئے ہیں۔ اس میں وہ ایک جگہ فرماتے ہیں:-

"کل تک وہ لوگ جیسے خواجہ معین الدین اجمیریؒ اور خواجہ بختیار کاکیؒ جو تنہا ہندوستان میں شمع اسلام روشن کرنے والے اور ہزاروں میل کی مسافت طے کر کے اس کفرزار میں تو برات اسلام پھیلانے والے اور اپنی گرمیٔ رفتار سے محفل کفر و ظلمت کو پھونک دینے والے تھے۔ آج وہ جوگی اور سنیاسی تصور کئے جا رہے ہیں حالانکہ یہ وہ لوگ تھے جن کے متعلق کہا جاتا ہے۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ ۖ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ

یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔ پس ہدایت میں انہیں کا اقتدا کیجئے"۔

کیا اس "تصور" کا ماخذ تنہا آپ کا ذہن نہیں ہے؟ اگر آپ نے کشف

Marfat.com

الہام کے ذریعہ یہ بات لکھی ہے تو اس قسم کا کشف و الہام آپ ہی کو مبارک ہے۔ مولانا مودودی تو اس سے بالکل بری ہیں۔ البتہ اس کشف و الہام کی بنیاد پر جو خبر آپ نے دنیا کو دی ہے اس کی ذمہ داری سے آپ کسی طرح نہیں بچ سکتے اگر اس بنیاد کو پیش کر کے خداوندِ عالم کی عدالت میں آپ بری الذمہ ہونے کا یقین رکھتے ہیں تو آپ اپنے عمل کے مختار ہیں لیکن دنیا تو آپ سے پوچھنے کا پورا حق رکھتی ہے۔ کہ آپ کے الزام و اعتراض کی محسوس و مشہور بنیاد کیا ہے؟

خواجہ معین الدین اجمیری اور سلسلۂ چشتیۂ عالیہ کے دوسرے بڑے بڑے اساطین نے ہندوستان میں جو عظیم الشان کارنامے انجام دیئے ہیں۔ ان کی اہمیت کے احساس سے اس سرزمین پر پیدا ہونے والے کسی مسلمان کا سینہ کسی حال میں خالی نہیں رہ سکتا۔ یہی تو وہ کارنامے ہیں جنکی بنا پر صرف تاریخی حیثیت سے نہیں خالص اخلاقی و دینی اعتبار سے ہر مسلمان کے دل میں ان بزرگوں کی گہری عقیدت پائی جاتی ہے خصوصًا وہ لوگ جو انہیں بزرگوں کے نقشِ قدم کی پیروی کرتے ہوئے آج ہندوستان میں اپنی استطاعت و صلاحیت کے مطابق شمعِ اسلام کو روشن کرنے، اس کفر زار میں تنویرات اسلام پھیلانے اور اپنی "گرمیٔ رخسار" نہ سہی۔ اپنی گرمیٔ تحریر و تقریر سے محفل کفر و ظلمت کو پھونک دینے کا سامان کر رہے ہیں۔ قدرتی بات ہے کہ اس گہری عقیدت و محبت سے وہی سب سے زیادہ بہرہ ور ہوں، اگرچہ اس عقیدت و محبت کو ظاہر و ثابت کرنے کے لئے کسی شہادت کی ضرورت نہیں ہے۔ مگر جب خدا و خلق کی شرم سے بے نیاز ہو کر مولانا مودودی پر بزرگانِ چشتیہ کو "جوگی اور سنیاسی" تصور کرنیکا الزام

Marfat.com

لگایا گیا ہے تو ہم چند ایسی مثالیں پیش کئے دیتے ہیں۔ جن سے ناظرین کچھ اندازہ کر سکیں گے کہ مولانا مودودی انہیں "جوگی یا سنیاسی" تصور فرماتے ہیں۔ یا کچھ اور؟

۱۹۴۶ء میں جبکہ سارا ہندوستان ہندو مسلم فسادات کی آگ میں جل رہا تھا ریاست گوالیار کے ایک صاحب نے اپنے ہاں کے حالات لکھ کر مولانا سے رہنمائی چاہی تھی۔ مولانا نے ترجمان القرآن بابت رمضان ۱۳۶۵ھ م اگست ۱۹۴۶ء میں اس خط کا جواب دیتے ہوئے جو کچھ فرمایا تھا۔ اس کے چند فقرے یہ ہیں:۔

"آپ کہتے ہیں کہ ہم ہندو ریاست میں ہیں اور قلیل التعداد ہیں اور وہاں مسلمانوں کے لئے کوئی عزت اور امن نہیں ہے لیکن کیا آپ بھول گئے ہیں کہ آپ سے آٹھ سو برس پہلے خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ اجمیر کی ہندو ریاست میں جب آکر مقیم ہوئے تھے تو حالات اس سے بہتر تھے یا بدتر؟ اور اس وقت کس چیز نے ان کی حفاظت کی تھی؟"

پھر یہ جواب ان ایمان افروز جملوں پر ختم ہوتا ہے:۔

"میرے برادران دینی خواہ میری بات سنیں یا نہ سنیں مگر میں تو یہی کہتا رہوں گا کہ تمہارے لئے اب اس کے سوا کسی چیز میں خیریت نہیں ہے کہ سچے مسلمان بنو اور مسلمان ہونے کی حیثیت سے تمہارا جو فرض ہے اسے ادا کرو۔"

دیکھئے! چونکہ مولانا مودودی اور اُن کے ساتھی اپنی اپنی طاقت و صلاحیت

Marfat.com

کے مطابق وہی کچھ کر رہے ہیں جو خواجہ صاحب اور ان کے ساتھیوں نے اپنے
اپنے دَور میں اپنی اپنی طاقت و صلاحیت کے مطابق کیا تھا۔ اس لئے انھوں
نے اپنی دعوتی جدوجہد کے ایک مرحلہ پہ نہایت مؤثر طریقہ سے خواجہ صاحب
کے زمانہ کی یاد دلائی ہے اور خواجہ صاحب کی زندگی سے بھی وہی چیز نمایاں کر
کے پیش کی ہے جو ان کے نام لیواؤں کے لئے ہمیشہ مشعلِ ہدایت بنی رہیگی،
یعنی ان کی اخلاقی پاکیزگی، ان کی دعوتی و تبلیغی سرگرمی اور ان کی عزیمت
واستقامت وغیرہ۔ معترض بزرگ نے تو بصیغہ تمنا یہ فرمایا ہے کہ "یہ وہ لوگ
ہیں کہ جن کے متعلق کہا جاتا کہ یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔ پس ہدایت میں
انہیں کا اقتدا کیجئے"۔ مگر مولانا نے واقعۃً و عملاً انہی ہدایت یافتہ لوگوں
کا اقتدا کیا ہے۔ اور دوسروں کو ان کا اقتدا کرنے کی تلقین کی ہے اگر
معترض بزرگ اس چیز سے باخبر نہیں ہیں تو انہیں اپنی بے خبری پہ ماتم کرنا
چاہیئے۔ حقیقت واقعہ تو بہر حال وہ ہے جو آپ نے اوپر کی سطور میں ملاحظہ
فرمائی ——— یہاں جملہ معترضہ کے طور پر میں یہ بات بتا دینا چاہتا ہوں
کہ مولانا مودودی شخصی طور پہ خواجہ صاحب سے ایک طرح کا روحانی اور
ایک طرح کا نسبی تعلق بھی رکھتے ہیں، کیونکہ خاندان مودودیہ کے مورث
حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتی (متوفی ۵۲۷ھ) خواجہ معین الدین اجمیری
کے شیخ الشیوخ تھے۔

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سلسلۂ چشتیہ کے ایک بڑے ہی
نمایاں بزرگ گذرے ہیں جو تین چوتھائی صدی سے زیادہ عرصہ تک اشاعت

Marfat.com

اسلام کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آلۂ جارحہ بنے رہے ——— مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ نے جب میوات میں اپنی تبلیغی مہم شروع کی تو مولانا مودودی نے تحقیق حالات کے لئے خود اس علاقہ کا سفر کیا اور وہاں جو کچھ دیکھا۔ اُسے ایک مضمون کی شکل میں ترجمان القرآن کے صفحات پر پھیلا دیا۔ اس مضمون میں حضرت نظام الدین اولیاء اور ان کے خلفاء متبعین کی تبلیغی مساعی کا ذکر بدیں الفاظ کیا گیا:-

"میو قوم دہلی کے آس پاس الور، بھرت پور، گوڑگانوہ اور دوسرے متصل علاقوں میں آباد ہے۔ اندازہ کیا جاتا ہے کہ اس کی مجموعی تعداد ۳۶ لاکھ سے کم نہیں ہے۔ اب سے صدیوں پہلے غالباً حضرت نظام الدین محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خلفاء و متبعین کی کوششوں سے اس قوم میں اسلام پہنچا تھا مگر افسوس کہ بعد کے زمانوں میں مسلمان حکمرانوں اور جاگیرداروں کی غفلت سے وہاں اسلامی تعلیم اور اسلامی تربیت کا کوئی انتظام نہیں کیا گیا نتیجہ یہ ہوا کہ جو لوگ حکومت کے مرکز سے اس قدر قریب آباد تھے، ان میں قدیم جاہلیت کی تمام خصوصیات باقی رہیں اور رفتہ رفتہ وہ اسلام سے اس قدر بعید ہوتے چلے گئے کہ انہیں بجز اس خیال کے کہ "ہم مسلمان ہیں" اور کوئی چیز اسلام کی باقی نہ رہی"۔

(ترجمان القرآن شعبان ۵۸ھ م اکتوبر ۳۹ء)

آپ اس عبارت میں دیکھ سکتے ہیں کہ صوفیاء کرام کی کوششوں کو یاد کرکے مولانا

Marfat.com

نے کتنے افسوس کے لہجہ میں اُن نتائج کا ذکر فرمایا ہے۔ جو بزرگوں کے نام لیواؤں کی غفلت سے وہاں ظاہر ہوئے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اسلاف نے اپنے اخلاف کے لئے جو نقوش آثار چھوڑے ہیں۔ اخلاف کا فریضہ تو یہ تھا کہ ان نقوش و آثار کو اور جلا دیتے یا کم سے کم ان کو مٹنے ہی سے بچا لیتے مگر اسلامی تعلیم اور اسلامی تربیت سے غفلت کر کے پچھلوں نے اگلوں کے کئے کرائے پر پانی پھیر دیا اب ضرورت اس کی ہے کہ وہی کچھ کریں جو بڑوں نے اپنے زمانہ میں کیا ہے۔

سلسلۂ چشتیہ کے ایک اور بزرگ حضرت خواجہ محمد گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی کے خلیفۂ اعظم تھے اور جنھوں نے ہندوستان کے مختلف علاقوں میں سیر و سیاحت کے ذریعہ برسوں دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دیا اور پھر آخری عمر میں گلبرگہ (دکن) تشریف لائے ۸۲۵ھ میں وفات پائی آپ اتنی زیادہ کتابوں کے مصنف ہیں کہ مولانا سید سلیمان ندوی نے آپ کو خاندانِ چشتیہ کا "سلطان القلم" لکھا ہے، آپ کی ایک کتاب موسومہ "خاتمہ" پر مولانا مودودی تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"تصوف جس علم اور جس عمل کا نام ہے اس کی صحیح تصویر اگر آپ کو دیکھنی ہو تو ان اکابر اولیاء اللہ کی تصانیف دیکھئے جو اس علم و عمل کے حقیقی نمائندے ہیں"

(ترجمان القرآن بابت جمادی الاخریٰ و رجب ۵۶ھ)

جو لوگ بزرگانِ چشتیہ کو تصوف کے علم و عمل کے حقیقی نمائندے سمجھتے ہیں

Marfat.com

اور تصوف کی تصویر دیکھنے کے لئے ان کی تصانیف دیکھنے کا مشورہ دیتے ہیں ان پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ صوفیاء کرام کو وہ مبغوض رکھتے ہیں اور ان کو لوگی، جوگی اور سنیاسی وغیرہ کے القاب سے ملقب کرتے ہیں!! ——— میں ناظرین سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ اس صورت معاملہ کو کن الفاظ میں یاد کرنا پسند فرمائیں گے۔

فکری ژولیدگی

طرق و وسائل تصوّف کے سلسلہ میں معترضِ محترم نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے وہ نہایت مغلق اور گنجلک ہے، چنانچہ ایک طرف وہ مولانا مودودی اور ان کے رفقاء کے متعلق فرماتے ہیں کہ "صراحۃً وہ لوگ سلوک و احسان کے منکر نہیں" اور یہ کہ "یہ طرق و وسائلِ احسان کے موقوف علیہ نہیں نہ ان پر انحصار ہے" اور یہ کہ "اگر کسی شخص کو ان طرق سے مناسبت نہ ہو تو نہ اختیار کرے کہ مامور بہ تو ہیں نہیں۔ ایسے شخص کے لیے صرف عباداتِ مقصودہ ماموربہا پر جن کی ہیئات بھی مطلوب و منصوص ہیں قناعت کافی ہے اس کو نسبتِ احسان انہی عباداتِ مقصودہ میں حاصل ہو سکتی ہے بلکہ استعمالِ طرق کے بعد جب احسان تک سالک پہنچ جاتا ہے تو مشائخ ترکِ طُرق کا حکم دے کر صرف منصوصہ عبادات میں مشغولی کا مشورہ دیتے ہیں" اور یہ کہ "غایت مافی الباب نہ اختیار کرے۔ اختیار پر اصرار نہیں اس لیے کہ ان پہ مدار نجات نہ یہ احسان کے موقوف علیہ محض وسائل کے درجہ میں ہیں جن کو باحتیاط استعمال کیا جا سکتا ہے"۔ اور دوسری طرف مولانا مودودی اور ان کے رفقاء کے بارے میں ان کا کہنا ہے کہ "حصولِ احسان بتقبیل حصول کے طرقِ متعارفہ

Marfat.com

صوفیاء کا وہ اس شدت سے رد کرتے ہیں۔ کہ وہ صرف طرق ہی سے اختلاف کی حد تک نہیں رہتا بلکہ ان طرق کو اختیار کرنیوالوں کی تنقیص اور بدگمانی تک منجر ہوجاتا ہے"۔ اور یہ کہ "ان طرق کا ردّ و انکار اور بغض و کراہت تو ایک تعدی ہے جو ان آحاد و اساطین امت کے ردّ و انکار اور بغض و تخفیف تک منتنی ہوتی ہے" اور یہ کہ "نقشبندیہ اور خصوصاً حضرت مجدد سرہندیؒ نے تصور شیخ تک کو استعمال کرایا جو بے حد خطرناک اور مخدوش طریقہ ہے" مگر اس بجید خطرناک اور مخدوش طریقہ کا ذکر کر کے فرماتے ہیں "حاصل یہ ہے کہ یہ طرق اس جماعت کے نزدیک اس درجہ منکر اور مبغوض ہو گئے کہ اب یہ بغض و منکریت ذوات صالحین تک پہنچ گئی"۔۔۔۔۔۔ سوال یہ ہے۔ کہ ان دونوں باتوں کی تاویل و تطبیق کیا ہے؟ اگر مولانا اور ان کے رفقا سلوک و احسان کے منکر نہیں ہیں اور یہ طرق و وسائل بھی احسان کے موقوف علیہ نہیں ہیں۔ نہ وہ ماموربہ ہیں نہ ان پر انحصار ہے۔ نہ آپ کو ان کے اختیار کرنے پر اصرار ہے تو آخر آپ کا اعتراض کیا ہے؟ آپ کا یہ کہنا تو بالکل غلط ہے کہ ان طرق سے اختلاف، طرق کو اختیار کرنے والوں کی تنقیص و بدگمانی تک منجر ہو جاتا ہے اور ان طرق کا ردّ و انکار اور بغض و کراہت آحاد و اساطین امت کے ردّ و انکار اور بغض و تخفیف تک مقتضی ہوتی ہے آپ کا یہ استنتاج منطق کی رو سے صحیح ہو تو ہوا کرے۔ شریعت اور عقل و انصاف کی نگاہ میں تو آپ کے یہ ارشادات ایک بے بنیاد اعتراض اور ایک ہوائی الزام سے زیادہ کوئی وقعت نہیں رکھتے۔ آپ کے اعتراض میں قوت اور الزام میں صحت صرف اسی صورت پیدا ہو سکتی ہے جب آپ مولانا مودودی یا ان کے رفقاء کی

Marfat.com

تحریروں سے صاف وصریح الفاظ میں آحاد و اساطین امت کے رد و انکار اور بعض و تخفیف کا ثبوت بہم پہنچا دیں کیونکہ آپ کے اعتراض والزام کی نوعیت ایسی تو نہیں ہے کہ کوئی شخص کسی قمین شہادت کی عدم موجودگی میں بس یوں ہی اس کی صحت تسلیم کرلے یہ تو دراصل آپ کی اپنی ذہنی ساخت ہے۔ جو آپ کو اس سنگین نتیجہ تک پہنچا رہی ہے ورنہ ہر انصاف پسند اور حق پرست آدمی یہ تسلیم کرے گا کہ نہ تنقید تنقیص کی ہم معنی ہوتی ہے۔ نہ خوش گمانی سے حقائق بدلا کرتے ہیں اور نہ کسی قول و فعل کے انکار و اختلاف سے اشخاص و آحاد کی بعض و تخفیف لازم آتی ہے۔ مولانا مودودی اور ان کے رفقاء نے ان کی تحریروں میں جہاں جہاں طرق تصوف سے اختلاف کیا ہے۔ پورے دلائل و شواہد کے ساتھ کیا ہے اور بات کو صرف اسی دائرہ میں محدود رکھا ہے جس سے وہ متعلق رہی ہے۔ علمی میدان میں ہمیشہ دلائل کا جواب دلائل سے دیا جاتا ہے جو لوگ دلائل سے بات کرنے کی بجائے الزام تراشیاں روا رکھتے ہیں۔ وہ دراصل اپنی مجبورانہ جھنجھلاہٹ کو ظاہر کرتے ہیں اور اس جھنجھلاہٹ کے زیر اثر جو دھواں ان کی زبان و قلم سے اٹھتا ہے وہ تھوڑی سی تاریکی دکھا کر ہوا میں خود بخود تحلیل ہو جاتا ہے۔

اس ژولیدگی فکر و پراگندگی ذہن کی بھی کوئی انتہا ہے کہ جو طرق ماموریہ نہیں ہیں اور جن کے متعلق آپ صراحت کرتے ہیں کہ وہ نہ احسان کے موقوف علیہ ہیں نہ ان پر انحصار ہے نہ ان کے اختیار پر اصرار ہے بلکہ یہ بھی فرماتے ہیں۔ کہ عبادات منصوصہ ماموره میں بھی نسبت احسان حاصل ہو سکتی ہے،، نہیں طرق

Marfat.com

کے متعلق آپ کا رویہ اس قدر متشددانہ ہے کہ جو شخص ان سے اختلاف کرے آپ اُسے بے تکلف اساطینِ امت کے ساتھ بغض و کراہت کا مجرم ٹھہرا دیتے ہیں؟ اوّل تو عباداتِ مقصودہ منصوصہ ماموره کی موجودگی میں غیر ماموره طرق کی ضرورت ہی نہیں ہے خصوصاً اس صورت میں جبکہ آپ ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ "استعمال طرق کے بعد جب احسان تک سالک پہنچ جاتا ہے تو مشائخ ترک طرق کا حکم دے کر صرف منصوصہ عبادات میں مشغولی کا مشورہ دیتے ہیں" کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے مزعومہ "احسان" کا منتہا شریعت کے مقرر کئے ہوئے منتہا سے آگے ہے۔ پس شریعت پر اضافہ کرنے کی جسارت آپ ہی کو مبارک رہے۔ آپ کسی ایسے شخص کے خلاف جو عباداتِ مقصودہ ماموره ہی پر قناعت کر لے۔ (جن کی ہیئات آپ ہی کے الفاظ میں "مطلوب و منصوص" ہیں) اور انہیں عباداتِ مقصودہ میں نسبت احسان کے حصول کی کوشش کرے۔ طرق سے اختلاف کرنے کے سلسلہ میں ایک حرف کہنے کا حق نہیں رکھتے، دوسرے یہ کہ اگر یہ طرق و وسائل صرف مباحات کے دائرہ میں ہیں یا منصوصات سے براہِ راست مستنبط کئے گئے ہیں تو ان میں اختلاف و اتفاق دونوں کی برابر برابر گنجائش ہے لیکن اگر وہ اس طرز کے طرق و وسائل ہیں جن کی ایک مثال خود آپ نے پیش فرمائی ہے تو ان کا ردّ و انکار اور ان کے ساتھ بغض و کراہت تو ایک مومن کے اپنے اعتقادات ہی کے مقتضیات میں سے ہے۔ اس پر آپ اعتراضات کرنے کہاں چلے ہیں؟ آپ نے تصوّرِ شیخ کی جو تعبیر فرمائی ہے وہ قرآن و حدیث کی تعلیم سے صریحاً متصادم ہے اور خود آپ نے اس کو

Marfat.com

"بے حد خطرناک اور مخدوش طریقہ" قرار دیا ہے پھر آپ کس منھ سے یہ کہتے ہیں کہ "یہ طرق اس جماعت کے نزدیک اس درجہ منکر اور مبغوض ہو گئے کہ اب یہ بغض و منکریت ذوات صالحین تک پہنچ گئی"؟ یہ طرق تو منکر و مبغوض ہونے ہی کے مستحق ہیں اور کسی خدا پرست و متبع سنت مسلمان کا دل ان کے بغض و منکریت سے خالی نہیں ہو سکتا اگرچہ یہ بغض و منکریت ذوات صالحین تک پہنچتی ہے تو آپ کے ذہن میں پہنچتی ہوگی واقعہ کو اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ایک سچے مسلمان کے لئے صحیح ایمانی روش یہی ہے کہ کہ قرآن و سنت سے ہٹی ہوئی چیزوں کو وہ پوری کراہت کے ساتھ رد کر دے اور یہ نہ دیکھے کہ ان چیزوں کو کن لوگوں نے اختیار کیا تھا اور کن لوگوں نے نہیں کیا۔ جن لوگوں نے یہ چیزیں اختیار کی تھیں انہوں نے غلطی کی تھی۔ اگر ذوات صالحین سے ایک یا چند غلطیاں سرزد ہو جائیں تو ان کی وجہ سے وہ مبغوض و منکر نہیں ہو جاتے کیونکہ عصمت خاصۂ انبیاء ہے خاصۂ صالحین ہرگز نہیں اگر غیر انبیاء کو بھی چاہے وہ کتنے ہی اونچے درجہ کے صالحین ہوں بالکل معصوم بنا کر چھوڑ دیا جائے اور انہیں وہ درجہ دے دیا جائے جو خدا کے دین میں صرف اللہ کے رسول کو دیا گیا ہے تو یہ صریحاً شخصیت پرستی اور بت پرستی ہے جو اسلام کے بالکل خلاف ہے۔

مولانا محمد منظور نعمانی کے خیالات و اعتراضات پر ایک نظر

تجاہل عارفانہ مولانا محمد منظور صاحب نعمانی نے تصوف کے تعلق سے مولانا مودودی پر جو کچھ اعتراضات کئے ہیں ان کی تفصیل

Marfat.com

اس مضمون سے معلوم کی جاسکتی ہے جو بعنوان "جماعت اسلامی اور اس کے خلاف فتوے" انہوں نے "الفرقان" لکھنؤ بابت ذیقعدہ ۱۳۷۰ھ میں تحریر فرمایا ہے آپ فرماتے ہیں :۔

"جماعت اسلامی کے جن علمی اکابر نے تصوّف کے خلاف پہلے یا اب مستقلاً کچھ لکھا ہے ہیں ان کو ذاتی طور سے بھی جانتا ہوں۔ اور مجھے یہ کہنے کا حق ہے کہ اگرچہ علم دین کے بعض شعبوں میں ان کی ذہنی یافت اور رسائی قابلِ رشک ہے لیکن دین کے اس شعبہ سے جس کا نام تصوف ہے وہ بالکل ناواقف ہیں اور اس موضوع پر غور کرنے اور فیصلہ کرنے کے لیئے کم سے کم جو چیزیں کسی کو حاصل ہونا چاہئیں۔ انہوں نے ان کی تحصیل کی کبھی کوئی کوشش نہیں کی ہے۔

اگرچہ تصوّف اور اہلِ تصوف کی کتابوں کا مطالعہ بھی بہت سوں کے واسطے اس کے لیئے کافی نہیں ہوتا لیکن آپ حضرات کو اس شعبہ سے کوئی دلچسپی ہی نہیں رہی۔ اس لیئے آپ نے اس کے مطالعہ کی طرف بھی کوئی توجہ نہیں فرمائی"! (ص۱۸ و ص۱۹)

آگے فرماتے ہیں :۔

" اس عاجز کا جہانتک علم یا اندازہ ہے آپ حضرات نے تصوّف کو جاننے کے لیئے اور اس کے مالہٗ و ماعلیہ کو سمجھنے کے لیئے نہ تو اس سلسلہ کی مناسب کتابوں کا مطالعہ فرمایا ہے اور نہ کسی ایسی زندہ ہستی

Marfat.com

کا طالبانہ مطالعہ کیا ہے جس کی زندگی میں آپ تصوف کو اور اس کے آثار و نتائج کو برائے العین دیکھ سکتے (اور درحقیقت تصوف کو جاننے اور حاصل کرنے کی صرف یہی آسان اور معتمد راہ ہے) لیکن اس عدم واقفیت کے باوجود جو کچھ اور جس انداز میں آپ حضرات نے اس موضوع پر لکھا ہے، اس عاجز کے نزدیک اس میں اپنے مقام اور اپنی حدود سے آپ نے بہت تجاوز کیا ہے اور ان مضامین کی غلطی اور صحت سے قطع نظر ان کا اثر آپ حضرات کے ان سینکڑوں یا ہزاروں متبعین پر (جو دین کے ہر شعبہ میں آپ ہی حضرات کو علم و تحقیق کا خادم سمجھتے ہیں) یہ پڑا ہے کہ دین کے اس شعبہ کو سراسر ضلال و فساد سمجھتے ہیں۔ اور جاہلیت راہبانہ و مشرکانہ کے اثرات سے مرکب ایک ملغوبہ تصور کرتے ہیں۔" (صد۱۹ و صد۲۰)

ان خیالات کو پڑھ کر چند سوالات فوراً پیدا ہوتے ہیں جن کے جوابات کا تعین ضروری ہے، پہلا سوال یہ ہے کہ جس تصوف کا یہاں ذکر کیا گیا ہے۔ آخر وہ کون سا تصوف ہے؟ اگر یہ تصوف مولانا مودودی کی تقسیم کی رو سے تصوف ۂ ہی ہے جیسا کہ اسے "دین کا ایک شعبہ" کہنے سے ظاہر ہوتا ہے تو پھر اس سے بالکل ناواقف' ہونے، اس سے کوئی دلچسپی نہ ہونے اور اس کے مطالعہ کی طرف کبھی کوئی توجہ نہ کرنے کا کیا مطلب ہے؟ اس عجائب کی دنیا میں جو عجیب باتیں سننے میں آتی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ جو لوگ دین کو بجمیع شعبہ جات

Marfat.com

پیش کرنے اور اسی کے قیام و نفاذ کی جدو جہد کرنے میں سب سے زیادہ ممتاز و منفرد ہیں، انھیں پر دین کے ایک شعبہ سے بالکل نا واقف ہونے اور اس سے ان کو کوئی دلچسپی نہ ہونے کا الزام لگایا جاتا ہے۔ اور اگر مولانا نعمانی کی مراد اس تصوف سے تصوف نمبر۲ ہے تو صد ہزار آفرین کے مستحق ہیں وہ لوگ جنھیں اس سے کبھی کوئی دلچسپی ہی نہیں رہی، پھر انہیں آخر کس نقطۂ نظر سے ملزم گردانا جاتا ہے۔ اور اگر مراد تصوف نمبر۳ ہے تو جب تک یہ نہ معلوم و متعین ہو جائے۔ کہ اس تصوف کے کونسے اجزاء سے آپ بحث کر رہے ہیں۔ اس وقت تک آپ کے الزام کی صحت و صداقت بالکل معلق رہے گی۔

اس سلسلہ میں اگرچہ مولانا نعمانی نے یہ ظاہر کیا ہے کہ ان کے دعوے کی بنیاد ذاتی واقفیت پر قائم ہے لیکن ان کی یہ بات متعدد وجوہ سے غلط ہے اوّل تو ان کی ذاتی واقفیت اس درجہ کی نہیں ہے جتنی کسی کو تصوف سے بالکل "ناواقف" ہونے اور اس سے کوئی "دلچسپی" ہی نہ ہونے کا سا عظیم الشان الزام لگا دینے کے لیے درکار ہے اور اگر تھوڑی دیر کے لیے انکی واقفیت کو زیادہ گہری واقفیت تسلیم کر لیا جائے تو تب بھی ان کا دعویٰ صحیح نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ذاتی واقفیت میں بالعموم آدمی کی علمی اور عملی صلاحیتیں نمایاں ہو سکتی ہیں نہ کہ یہ بات کہ کس نے کن کن کتابوں کا مطالعہ کیا ہے اور کن کن زندہ ہستیوں کا طالبانہ مطالعہ کر کے ان کی زندگیوں میں تصوف کو اور اس کے آثار و نتائج کو برائی العین دیکھا ہے۔ مولانا مودودی کے بارے میں مولانا امین احسن اصلاحی نے لکھا ہے :-

Marfat.com

"میں یہ تو نہیں جانتا کہ مودودی صاحب نے کہاں پڑھا ہے۔ اور کیا پڑھا ہے لیکن میں اس بات کو اچھی طرح جانتا ہوں کہ وہ نہایت ذہین آدمی ہیں، نہایت قابل آدمی ہیں۔ اور نہایت وسیع النظر عالم ہیں"۔ (ترجمان القرآن، جمادی الاولیٰ تا رجب ۱۳۷۰ھ مارچ تا مئی ۱۹۵۱ء ص۴)

اسی طرح ملک غلام علی فرماتے ہیں:۔

"مجھے اگرچہ پندرہ سال سے مولانا کی قربت کا شرف حاصل رہا ہے لیکن میرا اور خود مولانا محترم کا مزاج اور مذاق کچھ اسطرح کا ہے کہ ایک دوسرے کے ذاتی حالات اور سوانح حیات پر تفصیلی گفت گو کے مواقع شاذو نادر ہی پیدا ہو سکے ہیں مولانا کے سابقہ شخصی حالات کو مرتب اور مفصل طور پر معلوم کرنے کی تحریک میرے اندر اس وجہ سے بھی پیدا نہیں ہوئی کہ آپ کے ساتھ چند ماہ رہ کر ہی میں نے محسوس کر لیا تھا کہ آپ کی زندگی ایک ایسی کھلی ہوئی کتاب ہے اور اس کے متعدد ابواب باہم دگر ایسے مربوط اور مشابہ ہیں کہ ان میں سے کسی ایک باب کا بلکہ ایک ورق کا بھی مطالعہ بغور کر لیا جائے تو بقیہ ابواب و اوراق کے مطالعہ کی ضرورت باقی نہیں رہتی اور پوری کتاب کے بارے میں ایک صحیح اور جامع رائے قائم کر لینا بالکل آسان ہو جاتا ہے"

Marfat.com

("مولانا مودودی اپنی اور دوسروں کی نظر میں" ص۵۵، و ص۲۵۰)

یہ مولانا کے نہایت ہی قریبی ساتھیوں کے تاثرات ہیں اور میرے نزدیک بالکل صحیح اور واجبی ہیں۔ کیا مولانا نعمانی صاحب کی واقفیت ان لوگوں سے بھی کچھ زیادہ ہے؟ بلکہ نعمانی صاحب کی واقفیت کو ان کی واقفیت سے کچھ نسبت بھی ہے؟ پھر یہ ایک عام تجربہ کی بات بھی ہے۔ کہ کوئی شخص صرف اپنا حاصل مطالعہ پیش کیا کرتا ہے بلکہ بسا اوقات ہزاروں صفحات پڑھکر بھی صرف وہی باتیں بیان کرتا ہے جو اس کے ذہن میں جذب ہو کر اس کے خیالات وافکار کا جز بن چکی ہوتی ہیں۔ پھر اس ذہنی سانچے میں ڈھل کر اس کی زبان سے جو باتیں نکلتی ہیں وہ اس کی اپنی زبان اور اس کے اپنے ہی طرز بیان کے زیر اثر نکلتی ہیں۔ اس حیثیت سے نہیں نکلا کرتیں کہ وہ صرف پڑھے ہوئے الفاظ کی نقل کرتا رہے اور ساتھ ساتھ حوالہ بھی دیتا جائے۔ اسی طرح آدمی جن جن بزرگوں کی صحبت ومعیت سے علمی افادہ یا عملی فیض حاصل کرتا ہے اس کا مظاہرہ وہ خود اپنی زندگی میں کرتا رہتا ہے کبھی یہ نہیں ہوتا کہ اپنی علمی باتوں اور اپنی عملی خوبیوں پر وہ ان بزرگوں کا حوالہ دیتا رہے۔ جن سے اس نے کچھ سیکھا یا سمجھا ہے بلکہ انکسار و تواضع کی بنا پر تو کسی مرد مومن سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ اپنی گفتگوؤں، تقریروں اور مباحثوں میں اپنی پڑھی ہوئی کتابوں کی فہرست گناتا رہے گا اور جن جن بزرگوں سے فیض اور استفادہ کرنے کا اسے موقع ملا ہے ان کے نام بھی بتاتا جائے گا اس قسم کی باتیں صرف ان لوگوں کے اندر پائی جاتی ہیں جو نئے الواق

Marfat.com

خود اندر سے کچھ نہیں ہوتے اس لئے وہ اپنے مرتبہ و مقام کا تصور دلانے کے لیئے بات بات میں اسلاف کے لٹریچر کی عبارتوں کی عبارتیں بلفظہٖ نقل کرتے رہتے ہیں اور بار بار اپنے اُستادوں اور مرشدوں کا نام لیا کرتے ہیں. مگر جو لوگ شیخ سعدیؒ کے ارشاد ع نہد شاخِ پُرمیوہ سر برزمیں کے مصداق ہوتے ہیں۔ وہ یہی کہہ سکتے ہیں کہ بھائی! میں نے کچھ زیادہ مطالعہ نہیں کیا ہے اور میں نے کچھ زیادہ صحبت نہیں پائی ہے۔ پس اگر مولانا نعمانی کی واقفیت کچھ زیادہ گہری واقفیت بالفرض مان بھی لیا جائے۔ تب بھی ان کے دعوے کی یہ کوئی دلیل نہیں ہے۔ پہلے تو ان کو دوسروں کے علم و تجربہ پر باندازِ استخفاف تبصرہ ہی نہ کرنا چاہیئے تھا۔ کیونکہ اس سے خود بخود یہ بات نکلتی ہے کہ ان کے اندر اپنی وسعت علم و تجربہ کا غرور پایا جاتا ہے اور اگر اُستادانہ شان کے ساتھ کچھ فرمانا ہی چاہتے تو اس انداز میں فرما سکتے تھے اگر آپ لوگوں نے فلاں فلاں کتابیں پڑھی ہیں تو مناسب ہے ورنہ ان کا مطالعہ کرکے اپنی رائے ظاہر کریں اور فلاں فلاں ہستیوں کی صحبت آپ کے لیئے مفید ہوگی۔ اگر اس کا موقع نہ ملا ہو تو یہ موقع ضرور تلاش کریں۔ چنانچہ یہی بات جناب مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی نے ایک موقع پر فرمائی ہے۔ وہ ایک خط میں مولانا مودودی کو لکھتے ہیں:۔

" قرآن سے مسائل و احکام کو استنباط کرتے ہوئے کم از کم احکام القرآن للرازی، احکام القرآن لابن العربی تفسیر روح المعانی اور بیان القرآن لحکیم الامت

Marfat.com

التھانوی سے مراجعت ضرور کر لیا کریں"

پھر آگے اہل سنت کی صحبت کو ازلیں ضروری قرار دیتے ہوئے مشورہ دی
ہیں کہ :-

"آپ کے قریب ہی ...... تشریف فرماہیں۔ گا ہے گا ہے
ان کے پاس جاتے رہا کریں"

چنانچہ مولانا مودودی نے اس خط کا ویسا ہی مناسب جواب تحریر فرمایا
جیسا کہ فی الواقع یہ خط اس کا مستحق تھا (ملاحظہ فرمائیں ترجمان القرآن
ذیقعدہ و ذی الحجہ ۶۳ھ صفحہ ۵۴ تا ۵۶)

تصوف سے محرومی اور بے خبری کے الزام کے جواب میں مولا
امین احسن صاحب اصلاحی نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے۔ اس کا ایک پیراگرا
بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اس لئے یہاں اسے نقل کیا جاتا ہے۔ فرما
ہیں :-

"میرا خیال ہے کہ مولانا کی یہ رائے نہایت غلط انداز پر
مبنی ہے۔ جماعت کے اندر سارے آدمی ایک ہی
مذاق اور ایک ہی طبیعت کے نہیں ہیں۔ ممکن ہے جماعت
کے بعض اہل علم کو تصوف سے کوئی خاص دلچسپی نہ ہو
اور انہوں نے اس فن کو کتاب و سنت سے بے تعلق سمجھ
کر سرے سے اس کو ہاتھ نہ لگایا ہو۔ لیکن اس سے یہ
قیاس کر لینا کہ جماعت کے اندر سب ایک ہی مذاق کے

Marfat.com

ہیں۔ یہ درست نہیں ہے۔ پھر یہ حقیقت بھی فراموش نہیں کرنی چاہیئے کہ کسی فن کی قدر و قیمت کا اندازہ کرنے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ اس فن کی تمام اَلَم غَلَم چیزیں پڑھی جائیں بلکہ اس مقصد کے لیے یہ کافی ہے کہ اس فن کی بعض امہات کتب تنقید کے ساتھ پڑھ لی جائیں۔ اگر ایک آدمی ذہین اور نقاد ہو تو اتنے ہی سے وہ پورے فن کی قدر و قیمت کا اندازہ لگا لیتا ہے اور اگر اس میں نقد کی صلاحیت نہ ہو تو وہ ایک چیز پر پوری زندگی کھپا کر بھی اس سے کورا ہی رہتا ہے۔ مجھے اپنی ذات کی نسبت یہ اعتراف ہے کہ میں نے اس فن کی نسبت زیادہ مطالعہ نہیں کیا ہے۔ تاہم اگر کوئی شخص یہ خیال کرتا ہے کہ میں نے اس فن کی کوئی چیز سرے ہی سے پڑھی نہیں ہے اور اس کی الف ب جانے بغیر ہی اس پر تنقید شروع کر دی ہے تو اس کا یہ خیال صحیح نہیں ہے۔ میں نے اس فن کی معتبر کتابوں میں سے رسالہ قشیریہ کو بار بار پڑھا ہے۔ میں نے ابو طالب مکی کی قوت القلوب اس اہتمام کے ساتھ پڑھی ہے کہ میں معمولی تیاری سے اس کی خلاف کتاب و سنت باتوں پر ایک مقالہ املا کرا دے سکتا ہوں۔ میں نے امام غزالیؒ کی احیاء العلوم سطر سطر پڑھی ہے اور ایک زمانہ میں یہ کتاب مجھے بہت محبوب رہی ہے اور اب بھی مجھے ادبی اعتبار سے پوری کتاب اور فکری

Marfat.com

اعتبار سے اس کے بعض مباحث سے بڑی دلچسپی ہے۔ میں نے علامہ ابن قیمؒ کی ضخیم اور عظیم الشان کتاب مدارج السالکین دو مرتبہ نہایت اہتمام کے ساتھ حرف بحرف پڑھی ہے علامہ ابن قیمؒ کی الفوائد جو تصوف میں ہے مجھے اس قدر پسند رہی ہے کہ میں ایک زمانہ میں اس کے مطالب ترتیب کے ساتھ اہل ذوق احباب کو زبانی سنایا کرتا تھا۔ شاہ صاحبؒ کے بعض رسائل بھی میری نظر سے گزرے ہیں۔ کچھ دنوں مثنوی مولانا روم سے بھی دلچسپی رہی ہے۔ دیوانِ حافظ کو میں نے بار بار نہایت ذوق سے پڑھا ہے۔ اور چونکہ میرے استاد مولانا حمید الدین فراہی رحمۃ اللہ علیہ ان لوگوں کے بڑے مخالف تھے جو خواجہ صاحب کو مست بادۂ انگور خیال کرتے تھے۔ اس لیے میں نے بھی خواجہ صاحب کے کلام کو کلام معرفت ہی کے پہلو کو سامنے رکھکر پڑھنے کی کوشش کی ہے۔ مجھے رواقیین کے فلسفہ اور تصوف سے ایک زمانہ میں اتنی دلچسپی رہی ہے اور انگریزی زبان کے واسطہ سے میں نے اس کو اس قدر پڑھا ہے کہ اگر قرآن حکیم نے مجھے بچایا نہ ہوتا تو میں بہت سی گمراہیوں میں مبتلا ہو جاتا۔ میں نے یوگا کی بھی بعض کتابیں پڑھی ہیں اور ہمارے تصوف میں اس کے جو اجزا شامل کیے گئے ہیں میں اس کی نشان دہی کر سکتا ہوں۔"

(ترجمان القرآن بابت صفر ۱۳۷۰ھ م نومبر ۱۹۵۰ء صفحہ ۲۴ تا صفحہ ۲۹)

Marfat.com

مولانا کا مطالعہ تصوّف

مولانا مودودی ایک موقع پر تحریر فرماتے ہیں :-

" صوفیاء کی صحبت سے میں نے اکثر استفادہ کیا ہے ایک مدت تک میرا طریقہ یہ رہا ہے کہ جس باخدا بزرگ کا بھی پتہ چلا ، ان سے ضرور جاکر ملا اور ان کی صحبت میں جاکر بیٹھا۔ میرا اپنا خاندان بھی اہلِ تصوف ہی میں سے ہے اور میرے والد مرحوم تک بیعت و ارشاد کا سلسلہ جاری رہا ہے۔ تصوف کا تھوڑا بہت مطالعہ بھی میں نے کیا ہے اور متعدد صوفی بزرگوں سے توجہ لینے اور اشغال سیکھنے کی بھی کوشش کی ہے۔ اس لیے تصوّف اور اہلِ تصوف کے بارے میں اپنے جن خیالات اور آراء کی بنا پر میں بدنام ہوں۔ انہیں آپ ایک ایسے شخص کے خیالات اور آراء نہ سمجھیں جو اس کوچہ سے بالکل نابلد ہے۔ میں نے تصوّف کو بھی دیکھا ہے اور اہلِ تصوف کو بھی اور اس کے اچھے اور بُرے پہلو دیکھ کر ہی ایک نتیجہ پر پہنچا ہوں، میں نہیں کہتا کہ جس نتیجہ پر میں پہنچا ہوں اسے ہر شخص مان لے البتہ یہ ضرور عرض کرتا ہوں۔ کہ میری رائے کو محض ایک سطحی رائے سمجھنے کی غلطی دوسرے لوگ بھی نہ کریں اب بھی مجھے کسی صاحب کمال سے استفادہ کرنے میں تامل نہیں ہے اور میری ہر رائے نظر ثانی کے قابل ہے۔"

(ترجمان القرآن ذیقعدہ و ذوالحجہ ۱۳۷۰ھ ص۹۵ ص۹۶)

Marfat.com

اگرچہ مولانا اصلاحی کو اپنے معترضین کی بے انصافیوں اور زیادتیوں سے مجبور ہو کر اپنے مطالعہ تصوف کی نشان دہی کچھ تفصیل سے کرنی پڑی اور مولانا مودودی نے نہایت اختصار سے کام لیا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ جب وہ خود فرما رہے ہیں کہ میری رائے کو محض ایک سطحی رائے سمجھنے کی غلطی نہ کیجائے میں اس کوچہ سے بالکل نابلد نہیں ہوں۔ میں نے تصوف اور اہل تصوف دونوں کو دیکھا ہے۔ میری ہر رائے نظر ثانی کے قابل ہے تو آخر یہ کیا انداز گفتگو ہے کہ تم تصوف سے بالکل ناواقف ہو۔ تم کو اس سے کبھی کوئی دلچسپی ہی نہیں رہی، تم نے اس کے مطالعہ کی طرف بھی کبھی کوئی توجہ نہیں کی؟ اگر آپ لوگ تصوف سے پورے طرح واقف ہیں اور اس کے مطالعہ سے آپ نے اپنے ذہن کو ایک لائبریری تیار کر رکھا ہے تو یہاں اپنی واقفیت کا مظاہرہ کر کے ان کی آراء کی غلطی واضح نہیں فرماتے؟ یہ راہ تو بہرحال کھلی ہوئی ہے۔ آپ اس راہ سے پیش قدمی کیوں نہیں کرتے؟ اگر آپ اپنے موقف کی مضبوطی کا یقین دلانا چاہتے ہیں تو دوسروں کو جاہل محض بنا کر خاموش ہو جانا تو اس کے لیے کافی نہیں ہے۔ آپ یہ تو لکھتے ہیں کہ آپ حضرات کے وہ سینکڑوں یا ہزاروں متبعین جو دین کے ہر شعبہ میں آپ ہی حضرات کو علم و تحقیق کا خاتم سمجھتے ہیں۔ دین کے اس شعبہ کو سراسر ضلالت و فساد سمجھتے ہیں اور جاہلیت راہبانہ و مشرکانہ کے اثرات سے مرکب ایک مجموعہ تصور کرتے ہیں مگر اتنا سخت و کرخت الزام لگانے کے باوجود ان پیشواؤں کے خیالات پر آپ کو ایک تنقیدی جملہ تک لکھنے کی ہمت نہیں ہوتی جن کے متبعین سینکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں ہیں اور متبعین بھی اس شان کے متبعین کہ جو دین کے

Marfat.com

ہر شعبہ میں اپنے ہی پیشواؤں کو علم و تحقیق کا خاتم سمجھتے ہیں۔ کیا آپ لوگ کوئی تعزیری ادب تیار کر رہے ہیں جسمیں نہ فکر و تدبر کا کچھ کام ہے نہ دلیل و ثبوت کا اور نہ تحقیق و ذمہ داری کا؟ اگر سینکڑوں ہزاروں بندگان خدا" سراسر ضلال و فساد" میں مبتلا ہیں تو کیا اتنا کہدینے سے کہ ان کے پیشوا جاہل و ناواقف ہیں۔ آپ اپنی ذمہ داری سے بری ہوگئے؛

——— افسوس ہے کہ جہاں تقویٰ و احسان کی باتیں سب سے زیادہ کیجاتی ہیں وہیں تقویٰ واحسان کی معنویت کو الٹی چھری سے ذبح کیا جاتا ہے۔

کشف و رویا

مولانا نعمانی اسی مضمون میں ارشاد فرماتے ہیں :-

" اور تو اور اگر حضرت مجدد الف ثانیؒ اور ان کے خلفاء اور حضرت شاہ ولی اللہؒ اور حضرت سید احمد شہید و شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کے سلسلہ سلوک و اشغال کا آپ کے ان پیروؤں کے سامنے ذکر کیا جائے جو خود ان بزرگوں کے معمولات میں سے تھے اور یہ اپنے طالبین و مریدین کو ان کی تلقین بھی کرتے تھے اور آج وہ ان کی کتابوں اور ان کے تذکروں میں محفوظ بھی ہیں) تو آپ کے لٹریچر کے تیار کئے ہوئے بہت سے "محققین و مجتہدین" پوری بیباکی کے ساتھ ان کے بدعت و ضلالت اور غیر اسلامی ہونے کا "فتویٰ" صادر فرمادیں گے ——— اور خواہ زبان سے صاف صاف نہ کہیں لیکن ان کے دل کا فیصلہ یہی ہوگا

Marfat.com

کہ دراصل یہ لوگ بھی اسلام کی صحیح روح سے آشنا نہ تھے۔"

پھر آگے ارشاد ہوتا ہے :-

"میں اس سے ناواقف نہیں ہوں کہ مولانا مودودی نے اپنے بعض مضامین میں مذکورہ بالا بزرگانِ دین کی تجدیدی اصلاحات وخدمات کا اعتراف کرتے ہوئے یہ بھی لکھا ہے کہ ان حضرات نے جو تصوف پیش کیا تھا وہ اپنی روح اور اصل کے لحاظ سے غیر اسلامی نہ تھا لیکن آپ حضرات کے وہ پیرو جنھوں نے اسلام کی روح اور اس کے قالب کے بارے میں سارا علم آپ حضرات کے مقالات و مضامین ہی سے حاصل کیا ہے۔ ان کے سامنے اگر ان بزرگانِ دین کے سلسلہ تصوف کے اشغال و معمولات ان کی تصانیف اور ان کے تذکروں سے پیش کیے جائیں، تو لازماً وہ یہی سمجھیں گے کہ مولانا مودودی نے شائد محض رواداری میں یا بتقاضائے حکمت اپنے عام ناظرین کی رعایت سے ان بزرگوں کے متعلق ایسا لکھ دیا ہے ورنہ جو تصوف ان بزرگوں نے بھی اپنی کتابوں میں لکھا ہے اور اپنی زندگی میں جس کی یہ دکان لگائے رہے وہ تو سراسر بدعت اور گمراہی ہی ہے"

اور یہ کہ :-

" اسلام کی پوری تاریخ میں "تصوف" جس چیز کو سمجھا گیا ہے اور اس نام سے جو چیز اولیاء اللہ کے مختلف سلاسل میں رائج رہی ہے، اس کو جاہلیت راہبانہ یا مشرکانہ سے پیدا شدہ غلیظ قسم کی ایک گمراہی

Marfat.com

سمجھا جاتا ہے۔ پھر اس کے حاملوں کے متعلق جو خیال اور دل کا جو فیصلہ ہونا چاہیئے وہی ہوتا ہے" (ص۲ و ص۳)

ان عبارات کو پڑھنے سے بیّن طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت معترض نے یہ ساری باتیں در اصل کشف و رویا اور وجدان و الہام کے ذریعہ ارشاد فرمائی ہیں اور اسی چیز کو وہ ذاتی واقفیت قرار دے رہے ہیں، ورنہ "سمجھتے ہیں ـــــ" "تصور کرتے ہیں" ـــــ "فتویٰ صادر فرما دیں گے" ـــــــــ "خواہ زبان سے صاف صاف نہ کہیں لیکن ان کے دل کا فیصلہ یہی ہوگا" ـــــ لازماً وہ یہی سمجھیں گے" ـــــ سمجھا جاتا ہے" ـــــ "جو خیال اور جو دل کا فیصلہ ہونا چاہیئے وہی ہوتا ہے" ـــــ وغیرہ کا کیا مطلب ہے؟ جب کوئی شخص یا گروہ کچھ سمجھتا ہے، تصور کرتا ہے۔ زبان سے صاف صاف نہیں کہتا لیکن اس کا خیال اور اس کے دل کا فیصلہ کچھ اور ہوتا ہے تو آخر اس کی اطلاع آپ کو کس نے دی ہے؟ چونکہ کشف و الہام کے لئے کسی استشہاد استدلال کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس کے لئے صرف اپنی ذات کا حوالہ دینا کافی ہو جاتا ہے۔ اس لئے حضرت معترض نے دلائل و شواہد سے تعرض کرنے کی سرے سے ضرورت ہی نہیں سمجھی ہے نیز امور کشفیہ و الہامیہ میں چونکہ فکر کا توازن و توافق بھی لازمی نہیں ہے اس لئے حضرت معترض نے ایک طرف مولانا مودودی کے متبعین کی یہ شان بتائی ہے کہ وہ انھیں کے لٹریچر کے تیار کئے ہوئے ہیں اور اسلام کی روح اور اس کے قالب کے بارے میں ان کا سارا علم انھیں کے مقالات و مضامین سے حاصل کیا ہوا ہے۔ بلکہ وہ دین کے ہر شعبہ میں انھیں کو علم و تحقیق کا خاتم سمجھتے ہیں اور دوسری طرف انھیں متبعین کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔ کہ بزرگان دین کی

Marfat.com

تجدیدی اصلاحات و خدمات کے اعتراف سے متعلق جو رائے مولانا نے ظاہر فرمائی ہے۔ اسے لازماً یہ سمجھیں گے کہ یہ محض رواداری یا عام ناظرین کی رعایت کا نتیجہ ہے۔ حالانکہ جو لوگ اپنے دل میں ایک فیصلہ کئے ہوئے ہوتے ہیں اور کسی مسئلہ سے متعلق کچھ تصورات و خیالات رکھتے ہیں۔ ان کی پوزیشن کو واضح کرنے کے لئے تو چاہیئے یہ تھا کہ ان کی تقریروں اور تحریروں کا پورا حوالہ دیا جاتا اور پھر ان پر علمی تنقید کر کے ان کی غلطی کھول دی جاتی —— بہرحال اگر یہ رویا مکاشفہ والی باتیں ہیں اور مولانا نعمانی "گر بہ استدلال کار دیں بدے" اور پائے استدلالیاں چوبیں بود" کے پھیر میں مبتلا ہیں تو وہ اسی میں خوش رہیں۔ ہم تو صاف عرض کریں گے کہ اگر یہی تصوف ہے تو اس کے "سراسر ضلال و فساد" اور "سراسر بدعت و گمراہی" ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

اس سلسلہ بیان میں مولانا نعمانی صاحب نے ایک فقرہ یہ بھی ایزاد فرمایا ہے:۔

"مولانا مودودی کی باقی چھوڑی ہوئی اس کسر کو ابھی حال میں ہمارے مولانا اصلاحی نے پورا کر دیا۔"

اس فقرے میں مولانا موصوف کا صاف اشارہ مولانا امین احسن صاحب اصلاحی کی ان عبارتوں کی طرف ہے جو ترجمان القرآن جمادی الاولیٰ تا رجب ۱۳۷۰ھ مطابق مارچ تا مئی ۱۹۵۱ء کے صفحہ ۲۷ اور ۴۷ پر درج ہیں۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:۔

" تصوف کے متعلق جماعت اسلامی بحیثیت ایک جماعت کے

Marfat.com

تو کوئی مسلک نہیں رکھتی کیونکہ وہ اس طرح کے مسائل کا فیصلہ کرنے کے لئے نہیں بنی ہے اور مودودی صاحب کا نظریہ اس معاملہ میں بہت نرم ہے۔ جیسا کہ تجدید و احیائے دین اور رسالۂ دینیات سے معلوم ہوتا ہے مگر میں آپ سے صاف کہتا ہوں کہ میں مروجہ تصوف کو بدعت سمجھتا ہوں اور میرے نزدیک اس کو اس احسان سے کہیں دور کا بھی واسطہ نہیں ہے جو شریعت میں مطلوب اور معتبر ہے۔"

" ارباب تصوف کا پورا احترام ملحوظ رکھنے کے باوجود یہ ایک حقیقت ہے کہ تصوف اور احسان دو بالکل مختلف چیزیں ہیں۔ ان کو جن لوگوں نے بھی ایک سمجھا غلطی کی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ان میں سے اکثر کی نیتیں نیک ہوں"

تصوف سے متعلق بحیثیت ایک جماعت کے جماعت اسلامی کے مسلک کا جہاں تک تعلق ہے۔ مولانا نعمانی کو غالباً اس سے اختلاف نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ خود جماعت کے رکن رہ چکے ہیں اور انہیں معلوم ہے۔ یہ جماعت کس طرح کے مسائل کا فیصلہ کرنے کیلئے بنی ہے۔ البتہ انہیں جو کچھ شکایت ہے وہ یہ ہے کہ تصوف کے معاملہ میں مولانا مودودی نے جو نرمی برتی ہے اصلاحی صاحب نے اس کو بھی ختم کر دیا۔ اس سلسلہ میں ہم سب سے پہلے یہ بتائیں گے کہ مولانا مودودی کی نرمی کیا ہے اور کیوں ہے اور پھر مولانا اصلاحی کے بارے میں عرض کریں گے۔ کہ انہوں نے اسے کیوں ختم کر دیا۔ مولانا اصلاحی نے مولانا مودودی کی جن دو کتابوں کا حوالہ اپنے اوپر کے

Marfat.com

مذکورہ اقتباس میں دیا ہے۔ ہم انہی سے مولانا کے خیالات نقل کرتے ہیں۔
"تجدید و احیاء دین" میں وہ ایک جگہ لکھتے ہیں :-

"پہلی چیز جو مجھ کو حضرت مجدّد الف ثانی کے وقت سے شاہ صاحب اور ان کے خلفاء تک کے تجدیدی کام میں کھٹکی ہے وہ یہ ہے کہ انھوں نے تصوف کے بارے میں مسلمانوں کی بیماری کا پورا اندازہ نہیں لگایا اور ان کو پھر وہی غذا دیدی جس سے مکمل پرہیز کرانے کی ضرورت تھی، حاشا کہ مجھے فی نفسہٖ اس تصوف پر اعتراض نہیں ہے جو ان حضرات نے پیش کیا۔ وہ بجائے خود اپنی رُوح کے اعتبار سے اسلام کا اصلی تصوف ہے اور اس کی نوعیت "احسان" سے کچھ مختلف نہیں ہے لیکن جس چیز کو میں لائق پرہیز کہہ رہا ہوں وہ متصوفانہ رموز و اشارات اور متصوفانہ زبان کا استعمال اور متصوفانہ طریقہ سے مشابہت رکھنے والے طریقوں کو جاری رکھنا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ حقیقی اسلامی تصوف اس خاص قالب کا محتاج نہیں ہے اس کے سوا اس کے لیے دوسرا قالب بھی ممکن ہے اس کے لیے زبان بھی دوسری اختیار کی جا سکتی ہے، رموز و اشارات سے بھی اجتناب کیا جا سکتا ہے اور پیری مریدی اور اس سلسلہ کی تمام عملی شکلوں کو بھی چھوڑ کر دوسری شکلیں اختیار کی جا سکتی ہیں پھر کیا ضرور ہے کہ اسی قالب کو اختیار کرنے پر اصرار کیا جائے

Marfat.com

حالانکہ یہ پرانا قالب اسی بنا پر قابلِ ترک تھا اور ہے کہ مدتہائے دراز سے اسی قالب میں جاہلی تصوف کی گرم بازاری ہو رہی ہے اور اس کی کثرتِ اشاعت نے مسلمانوں کو سخت اعتقادی و اخلاقی بیماریوں میں مبتلا کیا ہے۔"

اسی طرح "رسالہ دینیات" کے باب ششم میں "تصوف" کے زیرِ عنوان مولانا نے تحریر فرمایا ہے:-

"فقہ کا تعلق انسان کے ظاہری عمل سے ہے وہ صرف یہ دیکھتی ہے کہ تم کو جیسا اور جس طرح حکم دیا گیا تھا۔ اس کو تم بجا لائے یا نہیں۔ اگر بجا لائے ہو تو فقہ کو اس سے کچھ بحث نہیں کہ تمہارے دل کا کیا حال تھا۔ دل کے حال سے جو چیز بحث کرتی ہے اس کا نام تصوف ہے۔"

اور لفظ "تصوف" پر ایک نوٹ دیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:-

"قرآن میں اس چیز کا نام تزکیہ اور حکمت ہے، حدیث میں اسے احسان کا نام دیا گیا ہے۔ اور بعد کے لوگوں میں یہی چیز تصوف کے نام سے مشہور ہوئی۔"

مندرجہ بالا اقتباسات کے علاوہ تصوف کے مسئلہ میں میں نے مولانا مودودی اور مولانا اصلاحی کی بیسیوں تحریریں پڑھی ہیں اور ذمہ دارانہ طور پر عرض کرتا ہوں کہ حسبِ صلاحیت پورے غور و فکر اور تنقید و تحقیق کے ساتھ پڑھی ہیں لیکن میں نے ان دونوں بزرگوں کے خیالات میں سوائے ایک خفیف سے لفظی

Marfat.com

اختلاف کے کوئی اختلاف نہیں پایا۔ اصول و مبادی سے لیکر طرز استدلال و طرز استنتاج تک دونوں بالکل متفق ہیں۔ اور یہ لفظی اختلاف بھی بآسانی

لہ یہاں ایک شبہ ناشی ہوتا ہے کہ جہاں تک تصورِ شیخ کے مسئلہ کا تعلق ہے۔ دونوں کے درمیان نہ صرف یہ کہ اتفاق نہیں بلکہ کھلا اختلاف ہے کیونکہ مولانا مودودی نے تصورِ شیخ کی جس توجیہ کو ایک موقعہ پر مباح ملا ہے اسی کو مولانا اصلاحی نے بالکل غلط قرار دیا ہے مگر یہ شبہ صرف دو وجہ سے پیدا ہوسکتا ہے ایک یہ کہ اس سلسلہ کے تمام مباحث پیشِ نظر نہ ہوں اور کہیں کہیں سے کوئی عبارت سامنے رکھ لیجائے اور دوسری یہ کہ ان مباحث کو سرسری نظر سے دیکھ لیا جائے۔ اور غور و تامل کے ساتھ سیاق و سباق اور موقعِ کلام کو سامنے رکھ کر نہ دیکھا جائے۔ اگرچہ محقق علماء کے درمیان کسی ایک یا چند مسائل میں اختلاف کا پایا جانا کوئی قابلِ اعتراض بات نہیں ہے۔ اور نہ اس طرح کے جزئی اختلاف سے کلی یا اصولی اختلاف لازم آتا ہے تاہم جہاں تک اس خاص مسئلہ کا تعلق ہے۔ اسمیں بھی میری تحقیق کی رو سے مولانا مودودی اور مولانا اصلاحی مختلف الرائے نہیں ہیں۔ اگر میں یہاں اس سلسلہ کے تمام مباحث کو نقل کروں اور پھر ان کی اہم عبارات کی تشریح و توضیح بھی کروں تو یہ حاشیہ مستقل طور پر اچھے خاصے طویل مضمون کی شکل اختیار کرلیگا اور یوں بھی اس قسم کے مسائل سے تمام ناظرین کو دلچسپی نہیں ہوسکتی۔ اس لئے میں اسے قلم انداز کرتا ہوں۔ البتہ جو لوگ اپنے مخصوص ذوق کی بنا پر اس سے دلچسپی رکھتے ہوں اور تحقیق کے طالب ہوں انہیں میں مشورہ دیتا ہوں کہ وہ اولاً ترجمان القرآن بابت جمادی الاولیٰ تا رجب ۱۳۷۰ھ مارچ تا مئی ۱۹۵۱ء میں حکیم عبدالرشید محمود صاحب گنگوہی کے مضمون میں تصورِ شیخ کی توجیہہ اور اس پر مولانا اصلاحی کے طویل تبصرہ کو ملاحظہ فرمائیں۔ پھر ترجمان بابتہ ذیقعدہ و ذوالحجہ ۱۳۷۰ھ

(اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

رفع ہو سکتا ہے۔ تاہم اگر یہ باقی بھی رہے تب بھی کوئی ہرج نہیں۔ مولانا مودودی کے نقطۂ نظر کا خلاصہ یہ ہے کہ تصوّف کی اصلاح اگرچہ عہدِ نبوی و عہدِ صحابہؓ میں رائج نہیں تھی۔ مگر بعد کے ادوار میں کتنے ہی ایسے بزرگانِ دین ہو گذرے ہیں۔

بقیہ ص ۷۴۔ میں مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی کے اس مکتوب کو پڑھیں جس میں انہوں نے حکیم صاحب کی تعبیر سے اختلاف کرتے ہوئے ایک اور تعبیر پیش کی ہے۔ اس کے ساتھ مولانا مودودی نے ان کے موسومہ خط میں جو رائے ظاہر فرمائی ہے اسے دونوں توجیہوں کے پس منظر میں دیکھیں۔ اس کے بعد مولانا اصلاحی نے مولانا نعمانی صاحب کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے تصورِ شیخ پر جس نقطۂ نظر سے بحث کی ہے اسے ترجمان بابت صفر ۱۳۷۱ھ م نومبر ۱۹۵۱ء میں صفحہ ۴۸ تا ۶۲ پر بتمام و کمال ملاحظہ فرمائیں بعد ازاں مولانا مودودی کی اس تفصیلی تحریر کا مطالعہ کریں جو ترجمان بابت جمادی الاولیٰ ۱۳۷۱ھ م فروری ۱۹۵۲ء میں اس مسئلہ پر شائع ہوئی ہے اگر موقع کلام اور ضرورتِ بحث کو بھی سامنے رکھا جائے۔ اور الفاظ کے معانی اور عبارات کے مطالب اچھی طرح ذہن نشین کر لیے جائیں تو مجھے امید ہے کہ ناظرین اس نتیجہ پر پہنچیں گے جس پر میں پہنچا ہوں۔ اور وہی رائے قائم کریں گے جو میں نے قائم کی ہے ـــــ دراصل شبہ مولانا مودودی کی اس مختصر رائے سے پیدا ہوتا ہے جو انہوں نے مولانا ظفر احمد صاحب کے خط کے جواب میں ظاہر کی ہے لیکن ان کی بعد والی مفصل اور واضح تحریر تمام شبہات کو پوری طرح رفع کر دیتی ہے۔ اسی لئے یہی دوسری تحریر کتابی شکل میں "رسائل و مسائل حصہ دوم" میں شائع ہوئی ہے اور پہلی تحریر ترجمان القرآن ہی کے صفحات پر رہ گئی جو اصحاب اس مسئلہ میں متعلق دیگر علماء و صوفیاء کے خیالات سے بھی واقف ہونا چاہیں وہ اس مضمون کا مطالعہ کریں جو ماہنامہ "زندگی" رامپور جلد ۷ نمبر ۵ بابتہ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۱ھ م مارچ ۱۹۵۲ء میں اسی موضوع پر اور اسی عنوان سے شائع ہوا ہے۔

Marfat.com

جن کے ہاں یہ لفظ نظریہ عمل دونوں کے اعتبار سے ٹھیک اسی معنی میں استعمال ہوا ہے جسمیں تزکیہ و حکمت اور احسان وغیرہ کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں اور یہ بات صوفیا ہی پر منحصر نہیں۔ فقہا، محدثین، مفسرین اور دوسرے بہت سارے علوم و فنون کے حاملین کے ہاں سیکڑوں، ہزاروں ایسی اصطلاحات پائی جاتی ہیں۔ جن کا رواج عہد نبوی، عہد صحابہ میں نہ تھا لیکن یا تو وہ قرآن و حدیث کے علوم و معارف سے ماخوذ ہیں۔ یا ان کے الفاظ و مدلولات پر مبنی اس لیے پوری امت میں رائج ہوئی ہیں اور عام ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ زوال و انحطاط کی صدیوں میں تصوف کے لفظ کے ساتھ کتاب و سنت سے ہٹے ہوئے نظریات و اعمال کا جوڑ بھی لگ گیا ہے لیکن یہی معاملہ دوسری تمام اصطلاحات کے ساتھ بھی ہوا ہے۔ کہ کج فہموں اور غلط کاروں نے ان کے معنی کچھ کے کچھ بنا کے رکھدیئے ہیں۔ اس سے اصل حقیقت پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ مولانا اصلاحی کے نقطہ نظر کا خلاصہ یہ ہے کہ "احسان" کے معنی میں لفظ "تصوف" کا استعمال التباس و اشتباہ کا پہلو رکھتا ہے۔ جس سے بعض دفعہ بڑی غلط فہمی ہوتی ہے خصوصاً بحث و نظر اور تنقید و تنقیح کے دوران میں یہ لفظ باہم متضاد معانی کے ساتھ استعمال ہونے لگتا ہے اور یہ تعین کرنا ہی مشکل ہو جاتا ہے کہ آخر یہ "تصوف" کس چڑیا کا نام ہے۔ اسی صورت میں غلط اور صحیح تصوف کی دو گونہ تقسیم کرنی ضروری ہے۔ جیسا کہ مولانا مودودی کے مذکورہ بالا اقتباس میں "اسلام کا اصلی تصوف" یا حقیقی اسلامی تصوف" اور "جاہلی تصوف" کے الفاظ ملتے ہیں۔ پس کیوں نہ اس لفظ کو ایک بدعی اصطلاح قرار دے کر اسے "احسان" سے غیر متعلق کر دیا جائے ـــــــــ جہاں تک

Marfat.com

راقم آثم کا تعلق ہے وہ لبا اوقات مولانا اصلاحی کے نقطۂ نظر کی طرف جھک جاتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود اس کی سوچی سمجھی اور دیانت دارانہ رائے یہ ہے کہ دونوں بزرگ راہِ صواب پر ہیں اور دونوں کا نقطۂ نظر مساوی الوزن ہے۔ چونکہ مولانا اصلاحی ایک ایسے معترض کا جواب لکھ رہے تھے جس نے تصوف کو "دین کا ایک بڑا شعبہ" قرار دے کر اکابر جماعت پر اس سے عملاً و اعتقاداً بالکل فارغ ہونے کا الزام لگایا تھا۔ مگر اس کی ساری بحث جاہلی اور بدعی تصوف کے محور پر گھوم رہی تھی۔ اس لیے انھوں نے مجبور ہو کر مولانا مودودی کے نظریہ کو اس معاملہ میں نرم قرار دیا اور صاف کہہ دیا کہ میں مروجہ تصوف کو بدعت سمجھتا ہوں اور اس کو احسان سے کوئی دور کا واسطہ بھی نہیں ہے اور یہ کہ جن لوگوں نے تصوف اور احسان کو ایک سمجھا۔ انھوں نے غلطی کی۔

یہ ہے وہ "کسر" جو مولانا اصلاحی نے پوری کر دی۔ اب میں مولانا نعمانی صاحب سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ کہ مولانا مودودی کی باقی چھوڑی ہوئی کسر پر اور مولانا اصلاحی کے اس کو پورا کر دینے پر آپ کو کیا اعتراض ہے؟ آپ ماشاء اللہ خود عالم دین ہیں۔ آپ کیوں اپنے خیالات کی توضیح کر کے دوسروں کی غلطیاں آشکار نہیں کر دیتے؟ کیا اتنے اہم علمی مباحث میں (جو آپ کے بقول "دین کے ایک شعبہ" سے متعلق ہیں) آپ کا ایک آدھ فقرہ کہہ کر الگ ہو جانا آپ کو اپنی ذمہ داریوں سے بری کر سکتا ہے؟

سب سے بڑی ضرورت

مولانا نعمانی صاحب نے اپنے مضمون میں آگے یہ بھی فرمایا ہے:-

Marfat.com

"تصوف سے سب سے زیادہ استفادہ کی ضرورت اس دور میں شاید آپ ہی حضرات کو ہے۔ جس دعوت اور جس مہم کو لے کر آپ کھڑے ہوئے ہیں۔ اس کے کارکنوں میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو یقین و توکل۔ جو عشق و جنون۔ نظر میں دنیا کی جیسی حقارت اور آخرت کی جتنی رغبت اور موت کا جیسا شوق ہونا ضروری ہے مادیت کے اس دور میں ان اوصاف کی تحصیل کا طریقہ صرف تصوف ہی ہے۔ وہ تصوف جس کو اہل حق اور اہل سنت نے قبول کیا ہے۔ کاش ۷۰۰ سال کے اب تک کے اپنے تجربہ کو آپ حضرات کافی سمجھیں"۔

زمانے نے ہمارے بزرگانِ دین کو کیا ہو گیا ہے کہ جب وہ دوسروں پر اعتراض کرتے ہیں۔ ان سے متعلق اپنے تاثرات بیان فرماتے ہیں یا انہیں کوئی مشورہ دیتے ہیں۔ تو ذرا نہیں سوچتے کہ آخر ہم کیا کہہ رہے ہیں اور کیوں کر رہے ہیں؟ ناظرین غور فرمائیں کہ جس تصوف کی تعریف یہ کی جا رہی ہے کہ اسے اہلِ حق اور اہل سنت نے قبول کیا ہے" اسی کے متعلق فرمایا جا رہا ہے کہ جماعت اسلامی کے ذمہ داروں نے ۷۰۰ سال کے تجربہ کے باوجود اسے آجتک نہیں اپنایا ہے۔ یعنی بالفاظِ دیگر اہلِ حق اور اہل سنت کے تصوف سے وہ لوگ بالکل محروم ہیں جو حق و سنت ہی کی حفاظت و موافقت کے لئے ۱۵۔ ۲۰ سال سے لڑ رہے ہیں اور جس کے لئے انھوں نے اپنی زندگیوں کی ایک ایک ساعت وقف کر رکھی ہے یہاں تک کہ اس راہ میں سخت سے سخت آزمائشوں کے مرحلوں سے گذرے ہیں اور اُن کے

Marfat.com

وہ اوصاف جن کی تحصیل کا طریقہ صرف تصوف ہی کو ٹھیرایا گیا ہے۔ پوری طرح نمایاں ہورہے ہیں اور ساری دنیا کے سامنے ہیں؛ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ معترض و مخالفین کیوں معمہ کی زبان سے کلام فرماتے ہیں اور وہ کیا ذہنیت ہے جس کے تحت وہ اس قسم کی معمہ بازیوں میں مشغول ہیں؟ کیا یہ لوگ اکابر جماعت کو اہلِ حق اور اہلِ سنت سے جدا سمجھتے ہیں یا ان کا خیال یہ ہے کہ ہیں تو وہ اہلِ حق اور اہلِ سنت ہی لیکن دین کے صرف ایک شعبہ — تصوف — سے انہوں نے گریز و انحراف کیا ہے۔ اور اسی کی وجہ صرف ان کی ناواقفیت ہے؛ اگر پہلی چیز ہے تو اس سے بڑھ کر صریح بہتان ہمارے تصور میں نہیں آتا۔ آج اس دنیا میں تو ان کی زبان و قلم کو روکنے کا کوئی ذریعہ ہمارے پاس نہیں لیکن جب وہ آخرت میں مالک یوم الدین کے دربار میں اس بہتان کی جواب دہی کے لئے کھڑے ہوں گے تب انھیں پتہ چلے گا کہ اس بہتان کی منصفانہ سزا کیا ہے۔

اور اگر بات دوسری ہے تو ان کے مضامین و مقالات میں بلکہ ان کے فتاوی میں بھی ایک فقرہ ایسا نہیں ملتا جس سے تصوف کے بارے میں اکابر جماعت کی ناواقفیت، واقفیت سے اور عدم دلچسپی، دلچسپی سے بدل سکے۔ ناظرین مولانا منظور صاحب کے اسی زیر تبصرہ مضمون کو دیکھیں۔ انھیں خود معلوم ہو جائے گا کہ اس میں کہیں ایک لفظ بھی ایسا موجود نہیں جس سے اہلِ حق اور اہلِ سنت کے قبول کردہ تشریح و تفصیل نہ سہی۔ اس کا ادنیٰ سا تعارف ہی حاصل ہو جائے۔ کوئی ان سے پوچھے کہ اگر اکابر جماعت اپنی جدوجہد کے سلسلہ میں ایک ایسی چیز سے غفلت برت رہے ہیں جو اس راہ میں ضروری ہے اور ان کی اس غفلت کی وجہ محض ان کی جہالت

Marfat.com

ہے تو آپ نے اپنے مضمون میں اس غفلت و جہالت کو دُور کرنے کے لئے کیا سامان مہیا کیا؟ تاہم اصل واقعہ یہ ہے کہ مولانا منظور صاحب کے نزدیک جو اوصاف صرف تصوف ہی کی راہ سے پیدا ہوتے ہیں ان کی تحصیل و تکمیل میں "تصوف سے بالکل ناواقف" ہونے کے باوجود الحمدللہ کہ اکابر جماعت کسی سے پیچھے نہیں ہیں، بلکہ میں وسیع و متنوع تجربات و معلومات کی بنیاد پر پوری ذمہ داری کے ساتھ ـــ بغیر اس کے کہ میرے دل میں خواہ مخواہ کسی کی حمایت محبت اور خواہ مخواہ کسی کی مخالفت و عداوت کا کوئی ادنیٰ سا جذبہ بھی ہو ـــــ یہ کہتا ہوں کہ "صوفی" نہ ہونے کے باوجود جن صوفیانہ اوصاف سے مولانا مودودی اور جماعت کے دوسرے رہنما بہرہ مند ہیں۔ ان کا عشر عشیر بھی ان کے معترضین و مخالفین کو نصیب نہیں۔

مولانا نعمانی صاحب کو حسرت ہے کہ مولانا مودودی اب تک صوفی تھے ہی نہیں۔ اب کئی سال کے تجربہ کے بعد ہی سہی۔ کاش وہ اب بھی صوفی بن جائیں میں کہتا ہوں۔ کہ انھوں نے جس تاریخ سے اسلام کی حمائت و حفاظت کے لیے قدم اٹھایا ہے۔ اور جس دن سے انہوں نے دعوتی میدان میں قدم رکھا ہے۔ اسی وقت سے وہ صوفی ہیں اور برابر راہ سلوک طے کئے جا رہے ہیں مقامات کا صحیح تعین تو صرف خدائے علیم و خبیر ہی کر سکتا ہے لیکن جو باتیں ہم بندوں کے علم و تجربہ میں آتی ہیں۔ انھیں بیان کرنے میں ہمیں کوئی باک نہیں ہے۔ کہ مولانا مودودی محض صاحب قال صوفی نہیں ہیں جو کہیں کسی خانقاہ کے گوشہ میں پڑے ہُو حق کے نعرے لگا رہے ہو یا صرف زبان و قلم چلا رہے ہوں بلکہ وہ صاحب حال بھی ہیں کہ مرد مجاہد بن کر میدان میں اپنے قال کو حال بناتے ہوئے ہیں۔

Marfat.com

علامہ اقبالؒ کے الفاظ ہیں :-

"ہو جس کی رگ و پے میں فقط مستئ کردار"

مولانا نعمانی صاحب نے مولانا مودودی کو تصوف سے " بالکل نا واقف ہونے کا جو طعنہ دیا ہے ۔ ممکن ہے نعمانی صاحب کے تصوف سے مولانا بالکل نا واقف ہوں مگر مولانا کے تصوف سے تو نعمانی صاحب یقیناً بالکل ناواقف ہیں ، اب وہ مولانا کو اپنے تصوف سے واقف کرانے کی ضرورت سمجھیں یا نہ سمجھیں ، ہم تو اپنا فرض سمجھتے ہوئے مولانا کے تصوف کو ان کے سامنے رکھ دینے کی کوشش ضرور کریں گے ____

اگر محض ایک مضمون لکھنے کی بجائے ایک مفصل کتاب لکھنے کا ارادہ ہوتا تو ہم کسی حد تک تفصیل میں بھی جا سکتے تھے ، مگر بصورت موجودہ ہم اپنی توضیحات کو مختصر رکھنے پر ہی مجبور ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ اگر اللہ کا فضل شامل حال رہا تو پڑھنے والوں کے لئے یہی کافی ہو جائیں گی ۔ وباللہ التوفیق ۔

مستئ کردار

مولانا مودودی جس دعوت اور جس مہم کو لیکر کھڑے ہوئے ہیں اس کا آغاز رخود ان کے بقول) ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۹۳۳ء میں اس وقت سے ہوا ہے ۔ جبکہ انھوں نے حیدر آباد دکن سے ترجمان القرآن جاری کیا ہے ۔ مولانا کے اپنے الفاظ میں ۳۲ء سے ۴۱ء تک پورے ۹ سال کا عرصہ خالص تنقید اور تبلیغ و تلقین کا مرحلہ تھا ۔ اس عرصہ میں مولانا کے اندر جو اوصاف ، پرورش پانے اور ترقی پذیر ہوتے چلے گئے ۔ ان کا اندازہ کرنے کے لئے ہم ان کی تحریروں کے بعض اقتباسات یہاں

Marfat.com

پیش کرتے ہیں۔

ترجمان القرآن کو نکلتے ہوئے جب ایک سال ہوگیا تو مولانا نے تحریر فرمایا :-

" ترجمان القرآن کو میری ادارت میں نکلتے ہوئے ایک سال ہو چکا ہے اور اب اس پرچہ کے ساتھ اس کا دوسرا سال شروع ہو رہا ہے۔ اس مدت میں اللہ نے اپنے دین اور اپنی کتاب کی خدمت کے لئے جو توفیق مجھکو عطا فرمائی اور سخت بہت شکن حالات میں خدمت کے لیے کمربستہ رہنے کی جو استقامت بخشی۔ اس کے لیے شکر بجا لانا میرا فرض ہے۔ اگرچہ میرا شکر اس کے فضل و انعام کے مقابلہ میں بہت حقیر ہے۔ میں نے جن حالات میں اس رسالہ کی ادارت سنبھالی تھی اور بعد میں مسلسل کئی مہینے تک جو مشکلات مجھے پیش آتی رہیں۔ ان سے یقیناً میرے حوصلے پست ہو جاتے اگر میرا اعتماد خدا کے بجائے دنیوی اسباب اور خود اپنی قوت پر ہوتا لیکن خدا کا شکر ہے کہ میرا بھروسہ دنیا اور اسباب دنیا پر نہیں۔ بلکہ ہمیشہ خدا پر رہا ہے۔ اور خدا کا یہ سچا وعدہ ہے کہ جو اسپر بھروسہ کرکے اس کی راہ میں صبر و استقامت کے ساتھ سعی کرے گا۔ اس کو آخر کار کامیابی نصیب ہوگی اور خوف و حزن اس کے پاس پھٹک نہ سکیگا۔ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ

Marfat.com

اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (۴۱: ۴۰)" (ترجمان القرآن بابتہ محرم ۱۳۵۴ھ)

دوسرے سال کے اختتام پر آپ نے تحریر فرمایا:۔

" اس مہینہ سے "ترجمان القرآن" کا تیسرا سال شروع ہو رہا ہے پہلا سال عسر کے ساتھ ختم ہوا۔ دوسرے سال میں خدا کے فضل نے یُسر کی صورت دکھائی اور اب پھر تیسرے سال کے آغاز میں عسر کے آثار نظر آرہے ہیں۔ خواہ عُسر ہو یا یُسر، ہر حال میں اللہ ہی پر بھروسہ ہے اور وہی بھروسہ کرنے کے لائق ہے۔ اس نے تاکید کے ساتھ فرمایا ہے کہ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ؕ اس لئے ہم یقین رکھتے ہیں کہ اگر عسر میں ہم خدمت پر ثابت قدم رہے اور اس کے سوا ہم نے کسی کو مستعان و مجیب الدعوات نہ بنایا اور اس کے فضل پر بھروسہ رکھا تو انجام کار میں پھر اس کی رحمت یسر کے ساتھ ہمارے شاملِ حال ہو جائے گی۔ ہم جانتے ہیں کہ یہ سرّاء و ضرّاء کا توارد ہماری آزمائش کے لئے ہے۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ

یہ ہمارے صبر کا امتحان ہے۔ ہمارے توکل علی اللہ کا امتحان

Marfat.com

ہے اور اس چیز کا امتحان ہے۔ کہ ہمارے دل میں اللہ کی کتاب اور اس کے دین کی خدمت کا جذبہ صادق ہے۔ یا اس میں کچھ کھوٹ بھی ملی ہوئی ہے۔ ہم خدا سے دعا کرتے ہیں کہ وہ اس امتحان میں ہم کو کامیابی کی توفیق عطا فرمائے اور آخر میں وہی مژدہ ہمیں سنا دے جو صابرین کو سنایا جاتا ہے۔ وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ الَّذِيْنَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْا إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۝ اور اپنے فضل سے کامیابی کے وہ دروازے ہمارے لئے کھول دے جو ہمارے وہم وگمان میں بھی نہیں ہیں وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ۝"

اس کے بعد فرماتے ہیں :-

"مسلمان قوم کی حالت اس زمانہ میں ایک بنجر زمین کی سی ہو رہی ہے جس میں اشرارِ خبیثہ تو خوب بڑھتے اور پھولتے ہیں۔ مگر اشجارِ طیبہ کو نشو و نما نصیب نہیں ہوتا۔ ہماری آنکھوں کے سامنے بہت سے خیر و صلاح کے بیج تو زمین ہی میں خاک ہو گئے اور کسی کو کونپل بہت بالیدگی حاصل ہوئی بھی تو وہ جڑھ نہ پکڑ سکا۔"

میں اس حالت سے خود بھی واقف تھا اور جب میں نے اس کام کو شروع کیا

Marfat.com

تو اُن لوگوں نے بھی جن کو میری فلاح و بہبود سے دلچسپی تھی مجھے نصیحت کی تھی کہ:

" زمین شورہ سنبل بر نیارد
درو تخم عمل ضائع مگرداں

لیکن میرے خیال میں مردِ مسلمان کا کام یہ نہیں ہے کہ زمین کی خرابی، موسم کی ناموافقت، پانی کی کمیابی کو دیکھ کر ہمت ہار بیٹھے۔ اس کے لیے ازل سے یہی قسمت کیا گیا ہے۔ کہ بنجر زمینوں میں ہل چلائے۔ ان کی شوریدگی کے خلاف جنگ کرے، اپنے پسینے بلکہ ہو سکے تو خون سے ان کو سیراب کرے اور نتائج سے بے پروا ہو کر تخم ریزی کی جائے۔ اگر زمین اس کی کوششوں سے سیر حاصل ہو گئی تب تو اس کی سرفرازیوں کا پوچھنا ہی کیا ہے لیکن اگر وہ اس ناکارہ زمین میں تمام عمر محنت بے حاصل کرتا رہے اور آخر ایک روز اسی کام میں جان دے دے۔ تب بھی حقیقت میں وہ ناکام نہیں ہے۔ اس کے لیے یہی کامیابی کیا کم ہے کہ جس کام کو وہ فرض سمجھتا تھا اس پر اپنی زندگی کی آخری ساعت تک قائم رہا اور کوئی ناکامی اس کو ادائے فرض سے باز نہ رکھ سکی ایسی ناکامی پر وہ ہزاروں کامیابیاں قربان جو ایک بگڑے ہوئے زمانے کی روش پر چلنے اور اشجارِ خبیثہ کو پرورش کرنے اور ان کے زہریلے ثمرات بیچنے سے حاصل کی جاتی ہیں۔

اِن حالات میں جس شخص کو کام کرنا ہو۔ اس کو تو بدرجۂ اولیٰ صرف

Marfat.com

خدا کی تائید و نصرت پر بھروسہ رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ جس قوم کی بگڑی ہوئی ذہنیت کے خلاف وہ جہاد کر رہا ہے۔ اس سے کسی مدد کی امید نہیں کی جا سکتی اور اگر چند نیک دل افراد اس کو مل بھی گئے تو محض ان کی تائید کے اعتماد پر کوئی بڑا کام نہیں کیا جا سکتا"۔

(ترجمان القرآن محرم ۱۳۵۴ھ)

دیکھیئے! یہاں " ناکارہ زمین میں تمام عمر محنت بے حاصل کرنے کا اظہار کر کے انہوں نے یہ بتا دیا ہے۔ کہ تعلق باللہ اور یقین و توکل کے ساتھ ان کے اندر عشق و جنون بھی پیدا ہو گیا ہے۔ اگر آپ اس سے باخبر نہیں رہے تو آپ سب سے پہلے اپنی بے خبری کی خبر لیجیئے پھر کہیں آپ کسی پر اعتراض کرنے کے اہل ہو سکتے ہیں ورنہ کیا تماشہ ہے کہ آج آپ اس شخص پر اہل حق اور اہل سنت کے قبول کردہ، تصوف سے محرومی و بے خبری کا الزام لگا رہے ہیں۔ جس کے اندر بیس سال پہلے ہی وہ اوصاف پیدا ہو چکے تھے جو آپ کے نزدیک تصوف ہی کی راہ سے پیدا ہو سکتے ہیں؟

آگے چلیئے، ترجمان القرآن کا تیسرا سال ختم ہوا۔ تو مولانا نے لکھا:-

" ترجمان القرآن کی اشاعت کو اب پورے تین سال گذر چکے ہیں اور محرم ۵۵ھ سے اس کی زندگی کا چوتھا سال شروع ہو رہا ہے۔ اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے

Marfat.com

جو انعامات ہوئے ہیں۔ ان کا شکر بجا لانا میرا پہلا فرض ہے اوّل تو یہی احسان کیا کم ہے کہ ایک حقیر گنہگار بندے کو دین حق کی خدمت کے لیے منتخب فرمایا گیا۔ حالانکہ اگر انتخاب کا مدار علم، تقویٰ، اخلاص اور کمالاتِ ظاہری و باطنی پر ہوتا تو شاید میں آخری شخص ہوتا جس کی طرف نگہ انتخاب مائل ہوتی، پھر اس پر مزید احسان یہ ہے کہ میری تمام کوتاہیوں کی تلافی اپنے فضل و انعام سے کی گئی۔ بے علم تھا، نورِ علم عطا کیا گیا۔ ناواقفِ راہ تھا۔ راہِ راست کی طرف ہدایت بخشی گئی۔ معزور اور پست ہمت تھا، صبر و ثبات اور استقامت کی توفیق دی گئی بے سرو سامان اور بے یار و مددگار تھا۔ خزانۂ غیب سے ہر قدم پر سامان بہم پہنچایا گیا اور ہر مشکل کو ایسے ایسے طریقوں سے آسان کیا گیا کہ میری فکر و تدبیر کا اس میں کچھ بھی دخل نہ تھا۔ یہ تو وہ احسانات ہیں جن کو میں جانتا ہوں اور ان کا بھی پورا پورا شکر ادا کرنا میری قدرت سے باہر ہے۔ رہے وہ بے شمار احسانات جن کی مجھ کو خبر تک نہیں تو ان کا شکر کیسے بجا لاؤں بجز اس کے اور کیا کہہ سکتا ہوں کہ شکر نعمتہائے تو چندانکہ نعمتہائے تو۔

مگر حق تعالیٰ اپنے احسان و فضل میں جیسا فیاض ہے یہ بندہ اس سے فضل و احسان کی طلب میں ویسا ہی حریص ہے اس

Marfat.com

نے جو کچھ دیا ہے۔ اس پر شکر ضرور ہے مگر قناعت نہیں۔ خدا کے مقابلہ میں قناعت کیسی؟ اس کو اپنے غنا پر ناز ہے تو بندے کو بھی اپنے فقر پر ناز ہے۔ اس کا فیض بے پایاں ہے تو بندے کی احتیاج بھی بے پایاں ہے۔ وہ دینے سے نہیں تھکتا تو بندہ مانگنے سے کیوں تھکے اور اس سے نہ مانگے تو پھر کس سے مانگے۔

میں علم کا پیاسا ہوں اور اس پیاس کو بجھانے والا اس کے سوا کوئی نہیں۔ میری عقل و فہم میں ہزاروں کوتاہیاں ہیں اور ان کو دور کرنے والا اگر کوئی ہے تو وہی ہے۔ میرا دل بے چین ہے۔ میری روح مضطرب ہے۔ میرا دماغ سکون سے محروم ہے خدا ہی ہے جو اس بیماری کا مداوا کر سکتا ہے۔ میں گنہگار ہوں میں گمراہ ہوں۔ میرے عمل میں لاکھوں خامیاں ہیں۔ میری فطرت کی کمزوریاں قدم قدم پر مرضات الٰہی کے اتباع سے مجھ کو روکتی ہیں۔ خدا کے سوا کوئی نہیں جو میرے ان عیوب کی اصلاح کرے اور عمل صالح کی توفیق بخشے، میں اس سے خلوصِ نیت کا طلبگار ہوں۔ صحتِ فکر اور سدادِ نظر مانگتا ہوں۔ الحب فی اللہ والبغض للہ کی توفیق چاہتا ہوں۔ میں اس سے دعا کرتا ہوں کہ مجھے بندوں سے بے نیاز کر کے صرف اپنا نیازمند بنائے۔ محبت اور خوف اور طمع کا تعلق سب سے توڑ کر صرف اپنے ساتھ جوڑ دے اور اتنی قوت و طاقت عطا فرما دے کہ میں اسلام اور مسلمانوں کی

Marfat.com

خدمت میں اپنے دل کے سب حوصلے نکال سکوں وَادْعُوْا رَبِّیْ عَسٰٓی اَنْ لَّآ اَکُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّیْ شَقِیًّا ٥

(ترجمان القرآن محرم ۱۳۵۵ھ)

ناظرین سے گذارش ہے کہ وہ اس اقتباس کو ایک سے زائد مرتبہ پڑھیں۔ تاکہ اس کے لفظ لفظ میں تعلق باللہ اور توکل علی اللہ کی جو کیفیات پائی جاتی ہیں ان سے دل و دماغ پوری طرح متکیف ہوسکیں۔ نہیں معلوم نعمانی صاحب کون سے تصوف کے متلاشی ہیں۔ ہمارے نزدیک تو اہلِ حق اور اہلِ سنت کا تصوف یہی ہے ——— خدا ہم سب کو اس تصوف سے بہرور کرے۔ آمین۔

ترجمان کا چوتھا سال ختم ہوا تو مولانا نے لکھا:۔

" اس اشاعت کے ساتھ " ترجمان القرآن " کی زندگی کا پانچواں سال شروع ہو رہا ہے۔ سفر کی اس نئی منزل میں قدم رکھنے سے پہلے مجھ پر اللہ کا شکر واجب ہے۔ پچھلے دور اس طرح گذرتے رہے ہیں کہ ہر سال کی ابتداء میں خوف ہوتا تھا کہ شائد اب یہ پرچہ پورا سال نہ نکل سکے گا اور ہر سال کے خاتمہ پر حیرت ہوتی تھی کہ آخر یہ زندہ کیسے رہ گیا۔ نشیب و فراز کے ان مسلسل تجربات اور نصرت الٰہی کے پیہم مظاہرات نے اب دل میں اس امر کا اذعان سا پیدا کر دیا ہے۔ کہ یہ خدمت بارگاہِ الٰہی میں کسی حد تک مقبول ضرور ہے اور اس مقبولیت کی بنا پر اس کے

Marfat.com

ساتھ یَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ کا سا معاملہ ہو رہا ہے۔ گو ظاہر حالات کے لحاظ سے خارج میں کوئی تغیر نہیں ہوا۔ اب بھی زمانہ کا وہی رنگ ہے جسے دیکھ دیکھ کر دل ٹوٹا جاتا تھا۔ ہمت بیٹھی جاتی تھی۔ حوصلے پست ہوتے جاتے تھے لیکن اب باطن کا وہ حال نہیں جو پہلے تھا۔ اب دل میں ایک اطمینان ہے۔ روح میں ایک سکون ہے۔ حوصلوں میں ایک نئی قوت پرواز اور عزائم میں ایک خاص طاقتِ شباب محسوس ہوتی ہے۔ پہلے صبر، توکل کے الفاظ ذہن میں تھے۔ روح میں ان کے معنی کا تحقق اب شروع ہوا ہے۔ پہلے صرف اعتقاداً یہ سمجھتے تھے کہ خدا پر بھروسہ کرنا چاہیئے چار سال کی مشق و تمرین کے بعد اب کچھ سمجھ میں آنے لگا ہے کہ خدا پر بھروسہ کرنے کے معنی کیا ہیں اور اس پر بھروسہ کرنے والوں کے ساتھ کیا معاملہ ہوتا ہے۔ یہی وہ نعمت ہے۔ برسوں سے جس کی طلب تھی اور اب کہ اس بخشش کا آغاز ہوا ہے۔ صمیم قلب کے بخشنے والے کا شکرادا کرتا ہوں اور ادائے شکر کے ساتھ یہ دعا بھی کرتا ہوں کہ اس نعمت کا اتمام فرمایا جائے کیونکہ اب جو مرحلہ درپیش ہے اس میں سب سے بڑھ کر اسی چیز کی ضرورت ہے۔ میں ایک مجاہد کے سے ایمان کا طالب ہوں ایسا دل مانگتا ہوں جو سمندر کی طوفانی موجوں کے مقابلہ میں ٹوٹی ہوئی کشتی لے جانے پر بے جھجک آمادہ ہو جائے۔ ایسی روح مانگتا ہوں جو شکست کھانے اور سپر رکھ دینے کا تصور ہی نہ کر سکتی ہو۔ ایسی

Marfat.com

عزیمت مانگتا ہوں ، جو مادی سہاروں سے قطعاً مستغنی ہو اور تمام سہاروں کے چھوٹ جانے پر بھی نہ ٹوٹ سکے ۔ ایسا ارادہ مانگتا ہوں جسے کوئی طاقت اپنے مقصد کے راستہ سے نہ ہٹا سکے۔"

(ترجمان القرآن محرم ۵۶ء)

میں ناظرین سے درخواست کروں گا کہ وہ اس اقتباس کی یہ عبارت کہ :-

" پہلے صبر و توکل کے الفاظ ذہن میں تھے روح میں ان کے معنی کا تحقق اب شروع ہوا ہے پہلے صرف اعتقاداً یہ سمجھتے تھے کہ خدا پر بھروسہ کرنا چاہیئے چار سال کی مشق و تمرین کے بعد اب کچھ سمجھ میں آنے لگا ہے کہ خدا پر بھروسہ کرنے کے کیا معنی ہیں اور اس پر بھروسہ کرنیوالوں کے ساتھ کیا معاملہ ہوتا ہے۔"

ذرا غور سے پڑھیں ۔ کیونکہ مولانا نعمانی صاحب کے جس مضمون پر میں تبصرہ کر رہا ہوں اس میں انھوں نے مندرجہ ذیل الفاظ بھی تحریر فرمائے ہیں :-

" دنیا میں بعض حقیقتیں ایسی بھی ہیں جو صرف الفاظ کے معنی جاننے سے ادراک کی گرفت میں نہیں آتیں ۔ بلکہ آدمی کو جب وہ خود نصیب ہوں یا کسی دوسری زندہ ہستی میں آدمی ان کو اچھی طرح دیکھ لے تب کچھ سمجھ میں آتی ہیں ۔ مثلاً یقین ، توکل ، تسلیم و رضا ، تفویض یہ سب دینی حقیقتیں ہیں جن پر دین کی تکمیل موقوف ہے لیکن جب تک ان کی حقیقت کا کوئی ذرّہ نصیب نہ ہو یا اللہ کے کسی بندے کی زندگی میں بہت نمایاں طور پر آدمی ان احوال کو دیکھ نہ لے ۔ ان کے لغوی معنی جاننے کے باوجود وہ ان کی اصل حقیقت

Marfat.com

کے ادراک سے محروم ہی رہتا ہے لیکن اسے اپنی اس محرومی کا اندازہ اس وقت جا کے ہوتا ہے جب اللہ کا کرم کبھی اس کو اس نعمت سے سرفراز کرے یا اللہ کے کسی بندے میں وہ ان حقیقتوں کو برأی العین دیکھ سکے اس وقت اس کو اندازہ ہوتا ہے کہ ان لفظوں کا مقصد سمجھنے میں میرا ادراک کتنا ناقص تھا" (صلا و صلا حاشیہ)

مولانا مودودی اور مولانا عثمانی کے ارشادات کو متقابلاً رکھ کر دیکھنے سے آپ اندازہ کر سکیں گے کہ اگرچہ زندہ ہستیوں میں بعض حقیقتیں برأی العین دیکھی جا سکتی ہیں جن کا انکار ممکن نہیں لیکن ایسے حقائق جو صرف الفاظ کے معنی جاننے سے ادراک کی گرفت میں نہیں آتے خود بخود نصیب نہیں ہوا کرتے۔ اس کے لئے اس راہ پر چلنا ضروری ہے جو خدا نے اپنے بندوں کے لئے کھولی ہے۔ اس راہ کا سالک ہی اپنے ذہنی الفاظ کے معانی کو اپنی روح کے اندر متحقق کر سکتا ہے اور کہہ سکتا ہے کہ اعتقاداً جس چیز کو میں مانتا تھا۔ اب اس راہ کے طے کرنے کے باعث عملاً اسے سمجھنے لگا ہوں۔ اگر ایک آدمی اقامتِ دین کی جدوجہد میں خلوص کے ساتھ لگ جائے تو اس راہ کی سرگرمیوں اور اس کے تجربات سے وہ حقائق اس کے ادراک کی گرفت میں یقینی طور پر آجاتے ہیں جن کے لئے الفاظ کے معانی جاننا کافی نہیں ہوتا ورنہ وہ عمر بھر زندہ ہستیوں میں ان کو برأی العین دیکھا کرے یا خود بخود نصیب ہو جانے کا منتظر رہے انشاء اللہ بے نصیب ہی رہیگا

Marfat.com

راہ سلوک کے مراحل

تنقید اور تبلیغ و تلقین کا فریضہ انجام دیتے ہوئے مولانا مودودی برابر راہ سلوک طے کئے جا رہے تھے کہ ۱۹۳۷ء کے اواخر میں اس سرزمین کے مشہور صوفی بزرگ علامہ اقبال نے انہیں پکارا اور اس کام کے لیئے پنجاب آنے کی دعوت دی چنانچہ اس "مجنون" نے ان کی پکار پر لبیک کہکر اور ان کی دعوت کو قبول کر کے اپنا گھر بار اٹھایا۔ اور ڈیڑھ ہزار میل دور جاکر ایک دیہاتی علاقہ میں توکلاً علی اللہ راہ پڑا۔ مگر یہ ادھر گیا کہ ادھر اس کا "سب سے بڑا مادی سہارا" اقبال دنیا سے چلا گیا۔ یہ ایک کمر توڑ دینے والا بڑا ہی صبر آزما حادثہ تھا۔ مگر صوفی کا اصلی اور حقیقی سہارا صرف وہی ہوتا ہے جو اسباب کا مالک اور مسبب ہوتا ہے۔ چنانچہ اس موقعہ پر ترجمان القرآن میں جو کچھ لکھا گیا تھا اسے پڑھیئے:۔

"ساحل کے سکون و عافیت سے نکال کر سمندر کے منجدھار میں پھینک دیا گیا ہوں۔ وہی خواب نفوتر والی ٹوٹی ہوئی کشتی میرے حوالے کی گئی ہے جس کا تختہ تختہ الگ ہے اور جس کے بادبان تار تار ہیں۔ سب سے بڑا مادی سہارا جس سے مدد کی توقع تھی اقبال کا سہارا تھا۔ سو وہ بھی یہاں قدم رکھتے ہی چھین لیا گیا۔ (رحمہ اللہ و تاب سراہ) خود اپنی طاقت کو دیکھتا ہوں تو وہ بمنزلہ صفر ہے۔ دو چار ساتھی جو ملے ہیں ان کو دیکھتا ہوں تو

Marfat.com

وہ مجھ سے بھی زیادہ خستہ و ماندہ ہیں اور دوسری طرف وہ حال
نظر آتا ہے جس کو دیکھ کر سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنے
پروردگار سے عرض کیا تھا۔ رَبَّنَا اِنَّکَ اٰتَیْتَ فِرْعَوْنَ
وَمَلَاَهٗ زِیْنَةً وَّاَمْوَالًا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا رَبَّنَا
لِیُضِلُّوْا عَنْ سَبِیْلِکَ ۔ اب سوائے خدا کے اور کوئی سہارا
نہیں۔ سب مادی سہارے جھوٹے اور ناقابل اعتماد ہیں۔ وہی
اصل اور حقیقی سہارا ہے، وہی طاقت کا منبع ہے۔ وہی اسباب
کا مالک اور مسبب ہے اور وہی حامی و ناصر ہے عَلَی اللّٰہِ
تَوَکَّلْنَا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ
وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِکَ مِنَ الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ "۔

(ترجمان القرآن محرم ۱۳۵۷ھ)

ترجمان کی زندگی کے چھ سال ختم ہوئے اور ساتواں شروع ہوا تو مولانا نے پھر لکھا:

" اس اشاعت سے "ترجمان القرآن" کی زندگی کا ساتواں سال
شروع ہو رہا ہے اور میں اسی سال کا آغاز بھی اس مالک
عالم و عالمیان کی حمد و ثنا کے ساتھ کرتا ہوں جس کے فضل و
احسان سے مجھ کو اب تک اپنی یہ ناچیز خدمت جاری
رکھنے کی توفیق نصیب ہوتی رہی ہے۔ اللہ اکبر اس بخشش
کا بھی کوئی ٹھکانا ہے کہ ایک بے وسیلہ اور بے یار و مددگار
آدمی دینی بے حسی، سیاسی و مذہبی جتھے بندی اور اخلاقی

Marfat.com

انحطاط کے اس دور میں اس قسم کا ایک کڑوا اور بے لاگ
رسالہ پورے چھ برس نکالتا رہے اور اس دوران میں اس کو
کبھی مخلوق کا منت کش نہ ہونا پڑے ۔ انا عند ظن
عبدی بی تو کسی کے لئے تو ادعائی چیز ہو چکی ۔ مگر میرے
لئے یہ برسوں کی آزمائی ہوئی ، پرکھی اور جانچی ہوئی حقیقت
ہے ۔ میں تو اس کو یوں جانتا ہوں جیسے کوئی آنکھوں دیکھی
چیز کو جانتا ہے ۔ جیسا گمان میں نے اول روز سے اپنے رب
کے ساتھ قائم کیا تھا ۔ قربان اس ذات پاک کے کہ ویسا ہی
اس کو پایا اور برابر پائے جا رہا ہوں ۔ ایک لمحہ کے لئے بھی اس
نے مجھے اپنی خوشنودی کے سوا کسی کی خوشنودی کا طالب نہ
بننے دیا ۔ اپنے غضب کے سوا کسی کے غضب سے خوف زدہ نہ
ہونے دیا اور اپنے در کے سوا کسی در کی طرف نظر احتیاج سے
دیکھنے تک کا موقع نہ آنے دیا ۔ اس نے پوچھا تھا اَلَیْسَ اللّٰہُ
بِکَافٍ عَبْدَہٗ "کیا اللہ اپنے بندہ کے لئے کافی نہیں ؟"
میں نے سچے دل سے اقرار کیا " ہاں تو ہی میرے لئے کافی ہے "
اور وہ حقیقت میں میرے لئے کافی ہو گیا ۔ ایسا کافی ہو گیا ۔
کہ میرے اقرار کی لاج رکھنا بھی اس نے اپنے ذمہ لے لیا ۔
اس کی کفایت اور کمال درجہ کی کفایت کو حیدر آباد کی گوشہ
نشینی میں بھی دیکھ چکا ہوں اور پنجاب کی اس خانہ بدوشانہ

Marfat.com

زندگی میں بھی دیکھ رہا ہوں۔ پھر کیوں نہ میرا دل اس کے لیے
شکر و احسان مندی کے جذبہ سے لبریز ہو جائے؟ اور کیوں
میں اپنے رب سے بدگمانی کروں کہ اس کو چھوڑ کر دوسروں
کی خوشنودی کا طالب بن جاؤں؟"

ناظرین برائے خدا سوچیں کہ ایک اذعانی چیز، برسوں کی آزمائی ہوئی اور پرکھی اور جانچی ہوئی حقیقت کیسے بن جایا کرتی ہے اور وہ کیا چیز ہے جس سے ایسی حقیقتیں بھی آنکھوں سے کبھی حقیقتیں بن جاتی ہیں جو الفاظ کے معنی جاننے سے ادراک کی گرفت میں نہیں آتیں، درآں حالیکہ ان حقیقتوں کو زندہ ہستیوں میں برأی العین نہیں دیکھا گیا ــــ مولانا آگے فرماتے ہیں:

"اس رسالہ کی ترقی کے لئے بہت سی تمنائیں میرے دلمیں
ہیں۔ جس طرز پہ یہ نکل رہا ہے۔ میں اس سے مطمئن نہیں
ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ ایک زبردست انقلابی طاقت
بن جائے۔ خیالات کا رخ جاہلیت سے اسلام کی طرف پھیر
دے، افکار کی تطہیر، تنویر اور تعمیر خالص اسلام کے اصولوں پر
کرے۔ اسلام جو ایک جامد یادگارِ قدیم بنا کر رکھ دیا گیا ہے
اس کو یہ ایک نامی متحرک اور محرک نظام زندگی کی حیثیت
سے پیش کرے۔ اعلیٰ درجہ کی تنقید کے ساتھ دنیا کی ایک ایک
گمراہی کا استیصال کرے۔ اور گہری تحقیق کے ساتھ زندگی
کے ایک ایک مسئلہ کو اصولِ اسلام کے مطابق حل کرے۔ یہ تمنائیں

Marfat.com

دل میں پال رہا ہوں۔ اور چھ برس سے اپنے جسم کی ساری طاقتیں
انہیں حاصل کرنے کے لئے خرچ کر رہا ہوں۔ مگر بدقسمتی سے اکیلا
اور نہتا ہوں۔ میری طاقت محدود ہے۔ وسائل مفقود ہیں اور
جو کچھ کرنا چاہتا ہوں۔ وہ نہیں کر سکتا۔ ساتھ دینے والوں کو ڈھونڈتا پھرتا
ہوں۔ مگر وہ کمیاب ہیں۔ کروڑوں مسلمانوں کی اس بستی میں اپنے
آپ کو اجنبی اور غریب پاتا ہوں۔

جس جنون میں مبتلا ہوں اس کا جنون مجھے کہیں نہیں ملتا۔ برسوں سے
جن لوگوں تک اپنے خیالات پہنچاتا رہا ہوں۔ ان کے بھی جب قریب
جاتا ہوں تو وہ مجھ سے دور نظر آتے ہیں۔ ان کی دھن میری دھن
سے الگ، ان کی گرویدگیوں کے مرکز میرے مرکزِ گرویدگی سے جدا
ان کی روح میری روح سے ناآشنا، ان کے کان میری زبان
سے بیگانہ، یہ دنیا کوئی اور دنیا ہے جس سے میری فطرت
مانوس نہیں۔ جو کچھ یہاں ہو رہا ہے اور جن نظریات، جن جذبات
جن اغراض و مقاصد اور جن اصولوں کی بنا پر ہو رہا ہے۔ سب
کے خلاف بغاوت کا علم بلند کرنے پر میں مجبور ہوں۔ میں اس کے
اجزاء میں سے بعض کا باغی اور بعض کا حامی نہیں ہوں۔ بلکہ کُل کا
باغی ہوں۔ میں ترمیم کا خواہشمند نہیں ہوں۔ بلکہ موجودہ زندگی
کی پوری عمارت کو توڑ ڈالنا چاہتا ہوں اور اس کی جگہ خالص
اسلامی اصولوں پر دوسری عمارت بنانے کا خواہاں ہوں

Marfat.com

اس کلی ہمہ گیر بغاوت میں کوئی مجھے اپنا ساتھی نہیں ملتا۔ ہر طرف مجھے جزوی باغی ہی ملتے ہیں جو اس بت خانے کے کسی نہ کسی بت سے لو لگائے بیٹھے ہیں۔ ہر ایک کا مطالبہ یہ ہے کہ سب بتوں کو توڑو مگر میرے بت کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھنا۔ ایسی حالت میں ناگزیر ہے کہ جزوی باغی کسی نہ کسی مرحلہ پر پہنچ کر مجھ سے الگ ہو جائیں۔ میرا ساتھ صرف کلی باغی ہی دے سکتے ہیں اور وہ کمیاب ہیں جب تک وہ نہ ملیں۔ اپنے محدود وسائل اور اپنی محدود طاقت سے محدود پیمانہ پر میں تنہا جو کچھ کر سکتا ہوں۔ وہی کرتا رہوں گا۔

بعض اوقات اس صورت حالات کو دیکھ کر میری بشری، کمزوریاں دل توڑنے لگتی ہیں۔ مگر جب وہ آواز میرے کانوں میں آتی ہے جس سے دنیا کے سب سے بڑے مسلمان نے اپنے غار کے رفیق کی ڈھارس بندھائی تھی تو میرے دل کی بجھتی ہوئی آگ پھر بھڑک اٹھتی ہے۔

"لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا"

(ترجمان القرآن محرم ۱۳۵۸ھ مطابق مارچ ۱۹۳۹ء)

یہ اقتباس کچھ طویل ہوتے جا رہے ہیں۔ مگر ناظرین گھبرائیں نہیں۔ میں آپ سے مولانا مودودی کا تعارف ایک صوفی کی حیثیت سے کرا رہا ہوں، مولانا کی اس حیثیت سے نعمانی صاحب اور ان کے طرز خیال کے لوگوں کو اتفاق ہو

Marfat.com

یا اختلاف مگر میں یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ نعمانی صاحب نے جن اوصاف کو تصوف کا لازمہ قرار دیا ہے۔ ان سے الحمد للہ مولانا مودودی متصف رہے ہیں۔ اور برسوں پہلے ہی یہ چیز ان کے اندر موجود تھی۔ آپ دیکھ سکتے ہیں کہ یہاں مولانا کا "جنون" مکمل ہو چکا ہے اور توکل کی یہ شان ہے کہ "کلی وہمہ گیر بغاوت" کا اعلان کرنے کے باوجود تنہائی سب کچھ کرنے کا دم خم پایا جاتا ہے اور جوں ہی بشری کمزوریاں دل توڑنے لگتی ہیں۔ نبوت سے فیض پانے والی ولایت فوراً لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا کی آواز سن لیتی ہے۔ سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ہ

فریضہ اقامت دین

اب جماعت اسلامی قائم ہوتی ہے۔ جماعت کی تشکیل کا ابتدائی خاکہ مولانا مودودی کا ہی تیار کیا ہوا تھا۔ جو ترجمان بابت محرم ۱۳۶۰ھ میں شائع ہوا تھا ادائے شہادت کے بعد فوری تغیر (جس کی عدم موجودگی میں یہ سمجھا جائے کہ وہ شخص شہادت ادا کرنے میں صادق نہ تھا) مولانا یہ تجویز کرتے ہیں۔

"الف۔ فرائض کو ان کی شرعی پابندیوں کے ساتھ ادا کرے"

"ب۔ کبائر سے اجتناب کرے اور اگر نادانستہ کسی کبیرہ کا مرتکب ہو جائے تو اس سے توبہ کرے"

کیا یہ فرائض کی پابندی اور کبائر سے اجتناب اور ارتکاب کبائر کے صورت میں توبہ تصوف سے الگ کوئی چیز ہے؟ نیز تدریجی تغیرات رجو اگر چہ تمام اشخاص

Marfat.com

میں کمال درجہ پر پائے جانے تو ضروری نہ تھے مگر ہر شخص کو اس باب میں اپنی تکمیل کی کوشش کرنا ضروری تھا۔ کیونکہ انہی تغیرات کے اعتبار سے ناقص یا کامل ہونے پر آدمی کے مرتبہ کا تعین منحصر تھا، کے منجملہ یہ بھی تھا کہ :۔

" تمام معاملات میں اپنے نقطۂ نظر، طرزِ خیال اور طرزِ عمل کو ہدایت الٰہی کے مطابق ڈھالنا زندگی کے مقصد، اپنی پسند اور قدر کے معیار اور اپنی وفاداریوں کے محور کو تبدیل کر کے رضائے الٰہی کے موافق بنانا اور اپنی خودسری و نفس پرستی کے بُت کو توڑ کر تابع امرِ رب بن جانا"

اور :۔

" تمام اِن تعصبات اور دلچسپیوں سے اپنے قلب کو اور ان مشاغل اور جھگڑوں اور بحثوں سے اپنی زندگی کو پاک کرنا جن کی بنا نفسانیت یا دنیا پرستی پر ہو، اور جن کی کوئی اہمیت دین میں نہ ہو۔"

اور :۔

" فاسقین و فجار اور خدا سے غافل لوگوں سے ربط و تعلق توڑنا اور صالحین سے ربط قائم کرنا"۔

کیا یہ اپنے آپ کو پوری طرح رضائے الٰہی کے موافق بنانے، نفس پرستی کے بت کو توڑ دینے، نفسانیت کی بجائے للّٰہیت اور دنیا پرستی کی بجائے خدا پرستی اختیار کرنے اور صالحین سے ربط قائم کرنے کی کوشش راہِ سلوک ہی کے

Marfat.com

مراحل نہیں ہیں؟ اگر فنِ سلوک و تصوف کی زبان و اصطلاحات میں بات نہیں کی گئی تو کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ سلوک و تصوف کو قبول ہی نہیں کیا گیا؟ اگر یہاں صالحین سے ربط قائم کرنا" کی بجائے یہ الفاظ ہوتے کہ" اہلِ تصوف سے بیعت کرنے اور ان کی صحبت و معیت سے فیض حاصل کرنے کے لئے ان کی خدمت میں حاضری دینا" تو کیا اس صورت میں یہ کہا جاتا کہ اہلِ حق اور اہلِ سنت کے تصوف کو قبول کر لیا گیا ہے؟

اس خاکہ میں جماعت کا ابتدائی پروگرام یہ بتایا گیا ہے کہ اس میں شامل ہونے والے افراد اپنے نفس اور اپنی زندگی کا تزکیہ کریں۔ یہ تزکیہ اہلِ حق اور اہلِ سنت کے تصوف سے الگ کیوں قرار دیا گیا ہے۔ جبکہ یہ تو ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ تصوف کا مقصود و منشا بھی تزکیۂ نفس ہی ہے۔

جماعت اسلامی کا قیام بہ ماہِ اگست ۱۹۴۱ء عمل میں آیا۔ اس وقت ہندوستان کے کروڑوں مسلمانوں میں سے صرف ۷۵ افراد جمع ہوئے تھے اگر محض تعلق باللہ اور توکل علی اللہ نہیں تھا۔ تو آخر وہ کون سے اسباب و وسائلِ مہیا ہو گئے تھے جن کی بنا پہ اتنا بڑا کام اتنے اونچے عوائم کے ساتھ شروع کرنے کا عہد کیا گیا اس کام کے داعی اول مولانا مودودی ہی تھے اور انہی کی مسلسل دعوت و تبلیغ سے پچاس سو آدمی خالص اسلامی نظام کے مطابق ایک جماعت بنانے اور انفرادی حیثیت ختم کرکے اجتماعی جدوجہد کا آغاز کرنے اکٹھے ہوئے تھے۔ لیکن ٹھیک اس وقت وہ یہ کہکر الگ ہو گئے کہ:۔

" میرا کام آپ کو ایک جماعت بنا دینے کے بعد پورا ہو جاتا ہے

Marfat.com

میں صرف ایک داعی تھا۔ بھولا ہوا سبق یاد دلانے کی کوشش کر رہا تھا اور میری تمام مساعی کی غایت یہ تھی کہ ایسا ایک نظامِ جماعت بن جائے جماعت بن جانے کے بعد میں آپ کا ایک فرد ہوں اور اب یہ جماعت کا کام ہے کہ اپنے میں سے کسی اہل تر آدمی کو اپنا امیر منتخب کرلے اور پھر یہ اس امیر کا کام ہے کہ آئندہ اس تحریک کو چلانے کے لیے اپنی صوابدید کے مطابق ایک پروگرام بنایا جائے۔ راسے عمل میں لائے۔ میرے متعلق کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہونی چاہیئے کہ جب دعوت میں نے دی ہے تو آئندہ اس تحریک کی رہنمائی کو بھی میں اپنا ہی حق سمجھتا ہوں۔ ہرگز نہیں، نہ میں اس کا خواہشمند ہوں نہ اس نظریہ کا قائل ہوں۔ کہ داعی کو ہی آخر کار لیڈر بھی ہونا چاہیئے؟

پھر آگے انھوں نے کہا:۔

"درحقیقت میری غایت تمنا اگر کچھ ہے تو وہ صرف یہ ہے۔ کہ ایک صحیح اسلامی نظامِ جماعت موجود ہو اور میں اسمیں شامل ہوں۔ اسلامی نظامِ جماعت کے ماتحت ایک چپڑاسی کی خدمت انجام دینا بھی میرے نزدیک اس سے زیادہ قابلِ فخر ہے کہ کسی غیر اسلامی نظام میں صدارت اور وزارتِ عظمیٰ کا منصب مجھے حاصل ہو۔ لھذا اس مفروضہ پر نہ چلیئے۔ کہ جس طرح تشکیل جماعت سے پہلے سارے کام میں اپنی ذمہ داری پر چلاتا رہا ہوں۔ اسی طرح

Marfat.com

تشکیل جماعت کے بعد بھی میں ہی آپ سے آپ امارت کا کام اپنے
ہاتھ میں لے لوں گا یا لینا چاہوں گا۔ جماعت بن جانے کے بعد
میری اب تک کی حیثیت ختم ہو جاتی ہے، آئندہ کے کام کی ذمہ داری
جماعت کی طرف منتقل ہو جاتی ہے اور جماعت اپنی طرف سے اس ذمہ داری کو جس کے
بھی سپرد کرنے کا فیصلہ کرے اور اس کی اطاعت اور خیر خواہی اور اس کے ساتھ
تعاون کرنا ہر فرد جماعت کی طرح میرا بھی فرض ہوگا"

(روداد جماعت حصہ اوّل)

میرے پیش نظر جماعت کی روداد بیان کرنا نہیں ہے کیونکہ یہ میرے موضوع سے بالکل مختلف چیز ہے۔ میں تو صرف اس سوال کا جواب چاہتا ہوں، کہ غیر اسلامی نظام میں صدارت اور وزارت عظمیٰ کی بجائے اسلامی نظام جماعت کے تحت ایک چپڑاسی کی خدمت انجام دینے کو قابل فخر سمجھنے والا اور تشکیل جماعت سے پہلے کے داعی اور تشکیل کے بعد کے لیڈر میں فرق کرنے والا انسان "صوفی" بھی ہو سکتا ہے یا نہیں؟" نہ کہ اللہ سے تعلق، دنیا سے حقارت اور آخرت کی رغبت کو تصوف کے اوصاف کا ایک جز بتایا جاتا ہے۔ لہٰذا جس میں یہ چیز پائی جائے۔ اسے صوفی کیوں نہ کہا جائے؟ چنانچہ مولانا مودودی کی اس تقریر کے بعد امارت کے مسئلہ پر صبح سے دوپہر تک بحث ہوتی رہی۔ اور کسی متفقہ فیصلہ پر ختم نہ ہو سکی تو بالآخر یہ مسئلہ سات آدمیوں کی ایک ایسی مجلس کے سپرد کر دیا گیا جس میں ہمارے معترض بزرگ مولانا منظور نعمانی صاحب بھی شامل تھے۔ تاکہ وہ جو کچھ طے کرے اُسے سب قبول کر لیں۔ اس مجلس

Marfat.com

نے جب غور و خوض اور بحث و تمحیص کے بعد ایک تجویز مرتب کی اور جب وہ پوری جماعت کے سامنے پڑھ کر سنائی گئی تو جماعت نے اسے بالاتفاق قبول کر لیا۔ اور پھر باتفاق کلی لوگوں نے مولانا مودودی کو اپنا امیر منتخب کیا۔ انتخاب امارت کے بعد مولانا نے جو تقریر فرمائی تھی۔ اگر آپ اس کا مطالعہ فرمائیں تو آپ کو اندازہ ہوگا۔ کہ اس وقت تک مولانا راہ سلوک کی کون کونسی منزلیں طے کر چکے تھے۔ مثلاً "عشق و جنون" کا اظہار ان کے ان الفاظ سے ہوتا ہے :-

"میرے لیئے تو یہ تحریک عین مقصد زندگی ہے، میرا مرنا اور جینا اسی کے لیئے ہے۔ کوئی آگے نہ بڑھے گا تو میں بڑھوں گا۔ کوئی ساتھ نہ دے گا تو میں اکیلا چلوں گا۔ ساری دنیا متحد ہو کر مخالفت کریگی تو مجھے تن تنہا اس سے لڑنے میں بھی باک نہیں ہے۔"

اسی اجتماع میں مولانا نے اپنے ساتھیوں کو جو ہدایات دی تھیں۔ انمیں حسب ذیل دو ہدایات لائق غور ہیں :-

"(۱) جماعت کے ارکان کو قرآن اور سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور سِیَرِ صحابہ رضؓ سے خاص شغف ہونا چاہیئے۔ ان چیزوں کو بار بار زیادہ سے زیادہ گہری نظر سے پڑھا جائے اور محض عقیدت کی پیاس بجھانے کے لیئے نہیں بلکہ ہدایت و رہنمائی حاصل کرنے کے لیئے پڑھا جائے۔ جہاں ایسا کوئی آدمی موجود ہو جو قرآن کا درس دینے کی اہلیت رکھتا ہو۔ وہاں درس قرآن شروع کر دیا جائے۔

Marfat.com

۱۷۔ اس تحریک کی جان دراصل تعلق باللہ ہے اگر اللہ سے آپ کا تعلق کمزور ہو تو آپ حکومت الٰہیہ قائم کرنے اور کامیابی کے ساتھ چلانے کے اہل نہیں ہو سکتے لہٰذا فرض عبادات کے ماسوا نفل عبادات کا بھی التزام کیجئے نفل نماز۔ نفل روزے اور صدقات وہ چیزیں ہیں جو انسان میں خلوص پیدا کرتی ہیں۔ اور ان چیزوں کو زیادہ سے زیادہ اخفاء کے ساتھ کرنا چاہیئے تاکہ ریا نہ پیدا ہو، نماز سمجھ کر پڑھیئے، اس طرح نہیں کہ ایک یاد کی ہوئی چیز کو زبان سے دہرا رہے ہیں بلکہ اس طرح کہ آپ خود اللہ سے کچھ عرض کر رہے ہیں، نماز پڑھتے وقت اپنے نفس کا جائزہ لیجئے کہ جن باتوں کا اقرار آپ عالم الغیب کے سامنے کر رہے ہیں کہیں آپ کا عمل ان کے خلاف تو نہیں ہے اور آپ کا اقرار جھوٹا تو نہیں ہے اس محاسبہ نفس میں اپنی جو کوتاہیاں آپ کو محسوس ہوں۔ ان پر استغفار کیجئے اور آئندہ ان خامیوں کو رفع کرنے کی کوشش کیجئے، عبادات میں اس امر کا خیال رکھیئے کہ جس قدر عمل کی آپ دائمی پابندی کر سکتے ہوں۔ بس اسی کا التزام کیا جائے۔ نیز یہ کہ ان تمام مجاہدوں اور ریاضتوں اور مشاغل و اوراد سے پرہیز کیا جائے جو احادیث صحیحہ سے ثابت نہ ہو اور احادیث کی صحت کے باب میں محدثین ہی سند ہو سکتے ہیں۔ نہ کہ غیر محدثین خواہ بجائے خود وہ کتنی ہی بڑی شخصیت کے بزرگ

Marfat.com

ہول زیادہ خطرناک بدعات وہ بُری چیزیں نہیں ہیں۔ جن کی برائی کو سب جانتے ہیں بلکہ وہ بظاہر اچھی چیزیں ہیں۔ جن کو اچھا سمجھ کر شریعت میں اضافہ کر لیا جاتا ہے"۔

یہ قرآن اور سیرت النبیؐ اور سیرِ صحابہؓ سے خاص شغف۔ یہ تعلق باللہ کو تحریک کی جان قرار دینا، یہ فرض عبادات کے ماسوا نفل عبادات کا التزام، یہ خلوص یہ ریا سے اجتناب، یہ نماز سمجھ کر پڑھنا، محاسبۂ نفس اور یہ استغفار، کیا یہ سب چیزیں تصوف کے دائرہ سے باہر ہیں؟ اگر تصوف فی الواقع وہی چیز ہے۔ جسے اخلاص و احسان اور تزکیۂ نفس وغیرہ کے الفاظ سے ادا کیا گیا ہے۔ تو یہ اس کے دائرہ سے باہر کیا معنی؟ یہ تو عین تصوف ہیں۔ رہ گئی یہ بات کہ یہاں ان تمام مجاہدوں اور ریاضتوں اور مشاغل و اوراد سے پرہیز کرنے کی ہدایت دی گئی ہے جو احادیث صحیحہ سے ثابت نہ ہوں تو یہ تو ایک پابندِ شریعت اور متبع سنت صوفی کا شعار ہونا ہی چاہیئے۔ اس پر اعتراض کی کیا گنجائش ہے؟ تاہم اگر یہ کہا جائے کہ ان تمام مجاہدوں، ریاضتوں اور مشاغل و اوراد کا جو صوفیاء سلف و خلف کے مختلف سلسلوں میں رائج رہے ہیں۔ احادیث صحیحہ سے ثابت ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ ان کا کسی نصِ صریح سے متصادم نہ ہونا کافی ہے۔ کیونکہ وہ مباحات کے دائرہ میں شامل ہو کر قابلِ عمل ہو جاتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان تمام چیزوں کا پوری طرح تعین کر کے ان پر عملی طریقے سے گفتگو کی جا سکتی ہے کہ وہ درحقیقت مباحات کے قبیل سے ہیں یا محظورات کے قبیل سے، اس کے لیے اہلِ حق اور اہلِ سنت کے تصوف سے بُعد و اجتناب کا الزام لگانا تو قرینِ انصاف نہیں ہے

Marfat.com

اگر یہ بات اکثر لوگوں کو معلوم ہے کہ مولانا نعمانی جماعت اسلامی کے سابقون الاولون بلکہ مؤسسین میں سے ہیں۔ مگر میں ان کے اعتراضات کی نوعیت دیکھنے کے بعد یہ بات ناظرین کے ذہن نشین کرنے پر مجبور ہوں کیونکہ ان اعتراضات کو دیکھنے کے ساتھ ساتھ اگر کوئی شخص ان خیالات پر بھی غور کرنے جو جماعت کے ابتدائی دور میں مولانا نعمانی نے ظاہر کیے تھے تو وہ بآسانی یہ فیصلہ کرسکتا ہے کہ مولانا مودودی میں تو الحمد للہ فکر و عمل کے اعتبار سے ذرہ برابر تبدیلی نہیں ہوئی۔ البتہ خود مولانا نعمانی صاحب کے خیالات بدل گئے چاہے یہ تبدیلی جماعت سے علیحدگی کے بعد واقع ہوئی ہو یا یہ تبدیلی ہی علیحدگی کا باعث ہوئی ہو۔ بہرحال اس صورت میں ان کے اعتراضات خود لائق اعتراض قرار پاتے ہیں۔ وہ نہ صرف اس اجتماع میں شریک تھے۔ جس میں جماعت کی تشکیل ہوئی ہے۔ بلکہ اس سے پہلے اس اجتماع میں بھی مولانا مودودی کی دعوت پر انہوں نے شرکت کی تھی جس میں "ادارۂ دارالاسلام" کی بنیاد رکھی گئی تھی، پھر جب جماعت اسلامی کی تشکیل ہوئی تو مولانا مودودی کے بعد تجدید ایمان کر کے جماعت میں شرکت کا اعلان کرنیوالے یہی تھے۔ اس کے بعد جماعت کے مقاصد، اس کے دستور، اس کے نظام جماعت اور اس کے طریق کار کی بہترین توضیح کرتے رہے اور اس سلسلہ میں پیدا ہونے والے شکوک و شبہات کے ازالہ کی بھی انتہائی کوشش کی۔ یہاں تک کہ مولانا مودودی کی طرف سے بھی مدافعت کا حق ادا کر دیا۔ میں ان کے اس وقت کے خیالات کی واقفیت کے لیئے

Marfat.com

ناظرین کو مشورہ دوں گا کہ وہ کم ازکم ان کے دو نہایت قیمتی مضمون ضرور پڑھیں جو "ایک دینی تحریک کا تعارف" اور "جماعت اسلامی کی حقیقت اور ہمارے کام کی نوعیت" کے عنوان سے علی الترتیب "ترجمان القرآن" جلد ۱۹ عدد ۴ تا ۶ اور جلد ۲۱ عدد ۲ میں شائع ہوتے ہیں۔ ان مضامین میں وہ بار بار اعتراف کرتے ہیں کہ میں نے اپنے کو جماعت سے وابستہ کردیا جو ضروری سمجھا تو یہ پوری طمانیت وبصیرت کے ساتھ تھا۔ اور خود میں تشکیل جماعت سے پہلے اسی قسم کی جماعت کے اٹھ کھڑے ہونے کا منتظر تھا۔ وہ یہ بھی بتاتے ہیں کہ پہلے اجتماع میں چند مشاہدات ان کے لئے مزید ترغیب وطمانیت کا باعث ہوئے جنمیں سے ایک مشاہدہ انہی کے الفاظ میں یہ تھا :-

"جماعت میں شرکت کے لئے جو لوگ مختلف مقامات سے آئے تھے نہ صرف ان کی گفت رسے بلکہ عام طرز عمل سے بھی اخلاص للّٰہ اور دینداری کا رجحان میں نے نمایاں پایا"

وہ یہ بھی کہتے ہیں :-

"سب سے زیادہ جس چیز سے میں متاثر ہوا وہ اس اجتماع کا یہ اصول اور طرز عمل تھا کہ ہر معاملہ میں کتاب و سنت اور صحابہ کرام کا طریق عمل ہمارے لئے حکم ہوگا"

مولانا مودودی کی ذات پر کئے جانے والے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے انہوں نے کہا تھا :-

Marfat.com

" ان میں کچھ اعتراضات تو وہ ہیں جو محض افترا و بہتان کے قبیل سے ہیں۔ اس قسم کے اعتراضات کے متعلق ہمکو کچھ بھی عرض کرنا نہیں ہے بجز اس کے کہ اللہ پاک ان لوگوں کو جھوٹ اور افترا سے بچنے کی توفیق دے اور مسلمانوں کو اتنی سمجھ اور دیانت دے کہ وہ بلا تحقیق کسی کے متعلق اس قسم کی بدگمانیوں کو اپنے دلوں میں جگہ دینے کے لئے تیار نہ ہوں"

پھر انہوں نے یہ بھی لکھا تھا کہ :-

" مولانا مودودی کے متعلق ایک آخری اور جامع بات یہ اور عرض کرنی ہے کہ ہمارے نزدیک وہ علم دین میں اچھی بصیرت رکھنے والے بس ایک مومن ہیں۔ ہم نے ان کو فرائض کی ادائیگی اور معصیات سے اجتناب کا عملاً اہتمام کرنے والا بھی پایا اور جماعت اسلامی کے نصب العین کے پیش نظر اس کے قائد اور امیر میں جو خاص صلاحیتیں ہونی چاہئیں وہ بھی ہم نے ان میں سمجھیں اور اس پوری جماعت میں جو تاسیس کے وقت لاہور میں موجود تھی، مجموعی حیثیت سے اس منصب کے لئے انہی کو سب سے زیادہ اہل دیکھا اور صرف اسی بنیاد پر ہم نے ان کا انتخاب کیا ہے ۔"

ناظرین اگر مولانا نعمانی صاحب کے ان خیالات کو اور بعد کے اعتراضات و الزامات کو سامنے رکھ کر دیکھیں گے تو وہ اچھی طرح سمجھ جائیں گے۔ کہ جماعت کے ابتدائی دور میں نعمانی صاحب کس تصوف کے قائل تھے اور بعد میں

Marfat.com

انھوں نے کس تصوف کو اپنالیا، ظاہر ہے کہ یہ دونوں قسم کے تصوف جداگانہ نوعیت کے ہیں اور سوچنے کی بات ہے کہ اگر ان کے نزدیک اہلِ حق اور اہلِ سنت کا قبول کردہ تصوف وہی ہے جس کے حامل و قائل وہ جماعت کے ابتدائی دور میں تھے تو کیا ان کے بعد کے خیالات خود بخود باطل نہیں ہو جاتے اور اگر ان کے نزدیک یہ تصوف اسی قسم کا تصوف ہے جو بعد میں انہوں نے اپنایا تو سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ شرکتِ جماعت کے وقت وہ اس پر معترض کیوں نہ ہوئے؟ آخر اس زمانہ میں رفقاءِ جماعت کے اندر اخلاص للہ کا نمایاں رجحان انہوں نے پایا تھا۔ وہ کس راہ سے پیدا ہو گیا تھا؟ اور جب اپنے امیر سمیت جماعت کے سب لوگ اہلِ حق اور اہلِ سنت کے قبول کردہ تصوف سے خالی تھے تو پھر کتاب و سنت اور تعاملِ صحابہ کرام کو حکم ماننے کے اصول و طرزِ عمل سے نعمانی صاحب سب سے زیادہ کیوں متاثر ہو گئے؟ اور پھر یہ اشخاص و افراد ہی کے ساتھ نہیں بلکہ اللہ کے دین کے ساتھ بھی کتنا بے دردانہ مذاق ہے کہ جس شخص کے متعلق جامعیت کے ساتھ یہ رائے قائم کی گئی تھی کہ "وہ علمِ دین میں اچھی بصیرت رکھنے والا" "فرائض کی ادائیگی اور معصیات سے اجتناب کا عملاً اہتمام کرنے والا اور قیادت و امارت کی خاص صلاحیتیں رکھنے والا سب سے زیادہ اہل ہے، وہی اب دین کے ایک شعبہ سے بالکل ناواقف" قرار دیا گیا ہے اور یہ رائے ظاہر کی گئی ہے۔ کہ اسے اس شعبہ سے کبھی کوئی دلچسپی ہی نہیں رہی ہے۔

قیامِ جماعت کے ساتھ ہی مولانا کو جن گوناگوں مشکلات اور

Marfat.com

یشانیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ان میں مولانا کی فکری اور عملی رہنمائی کے ساتھ ان کی
لمیت و استقامت اگرچہ "تصوف" ہی کی راہ پر گامزن ہونے کا نتیجہ تھا۔
ہم ان کا ذکر براہ راست جماعت کی تاریخ سے متعلق ہو جاتا ہے۔ اس لئے
مجبوراً اپنے موضوع کے تقاضے کو ملحوظ رکھ کر اس کو قلم انداز کرتے ہیں البتہ
اعت کی رفتِ ترقی کا جو حال قیام جماعت کے تقریباً دو سال بعد
للانا نے ترجمان القرآن بابت ربیعین ۶۲ھ میں تحریر فرمایا تھا۔ اس
ایک اقتباس ہدیۂ ناظرین کئے دیتے ہیں۔ آپ نے لکھا تھا کہ :۔

" سب سے بڑی چیز جو ہمارے نزدیک ہر دوسرے نتیجہ
سے زیادہ قیمتی ہے وہ یہ ہے کہ اس دعوت کا اثر جہاں
جہاں بھی پہنچا ہے، اس نے مردہ ضمیروں کو بیدار کیا ہے
اس کی اولین تاثیر یہ ہوئی ہے۔ کہ نفس اپنا محاسبہ
آپ کرنے لگے ہیں۔ حلال اور حرام، پاک اور ناپاک،
حق اور ناحق کی تمیز پہلے کی محدود مذہبیت کی بہ نسبت
اب بہت زیادہ وسیع پیمانہ پر زندگی کے تمام مسائل میں
شروع ہو گئی ہے، پہلے جو کچھ دینداری کے باوجود کر ڈالا جاتا
تھا وہ اب گوارہ نہیں ہوتا بلکہ اس کی یاد بھی شرمندہ کرنے لگی ہے پہلے
جن لوگوں کے لیے کسی معاملہ کا یہ پہلو سب سے کم قابل توجہ تھا۔ کہ یہ
خدا کی نگاہ میں کیسا ہے۔ ان کے لئے اب یہی سوال سب سے مقدم
ہو گیا ہے۔ پہلے جو دینی حس اتنی کند ہو چکی تھی کہ بڑی بڑی

Marfat.com

چیزیں بھی نہ کھٹکتی تھیں اب وہ اتنی تیز ہو گئی ہے کہ چھوٹی چھوٹی چیزیں کھٹکنے لگی ہیں۔ خدا کے سامنے ذمہ داری و جوابدہی کا عقیدہ اب احساس بنتا جا رہا ہے اور بہت سی زندگیوں میں اسی احساس سے نمایاں تبدیلی ہو رہی ہے۔ لوگ اب اس نقطہ نظر سے سوچنے لگے ہیں کہ دنیا کی زندگی میں جو کچھ سعی و عمل وہ کر رہے ہیں وہ آیا خدا کی میزان میں کسی قدر وزن کی حامل ہو سکتی ہے یا محض ھَبَاءً مَّنثُورًا بن جانے والی ہے۔" صک و صث

یہی چیز ہے جس کو ہم "تصوف" کہتے اور سمجھتے ہیں۔ اگر کچھ لوگ اس میں "تصوف" کی کوئی جھلک نہیں پا سکتے تو اس کی وجہ یا تو یہ ہے کہ صوفیا نہ علم کلام کی زبان ان کے لئے اتنی مرغوب مالوف ہو چکی ہے کہ اس سے ہٹ کر وہ کسی جگہ تصوف کے پائے جانے کے قائل نہیں رہے ہیں، یا پھر یہ ہو سکتا ہے کہ تصوف کا مدعا و منشا ہی ان کے نزدیک کچھ اور ہے جس کی عدم موجودگی کے باعث وہ بجا طور پر مایوس ہوتے رہتے ہیں۔

کچھ مخفی نہ گذری تھی کہ خود ترجمان القرآن کے اشارات میں مولانا نے فرد کی تکمیل ذات، اس کی شخصیت کے اخلاقی نشو و ارتقاء اور تزکیہ نفوس کے طریقوں پر ایک مستقل سلسلہ مضامین کا آغاز کر دیا جو جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ مئی ۱۹۴۳ء سے محرم و صفر ۱۳۶۴ھ جنوری و فروری ۱۹۴۵ء تک کے پرچوں میں پھیلا ہوا ہے افسوس ہے کہ یہ سلسلۂ مضامین کتابی شکل میں شائع نہ ہو سکا۔ ورنہ ہر قاری اس کو دیکھ کر اس کی اصلی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ کر سکتا تھا۔ تاہم جن اصحاب کے پاس مجولہ بالا

Marfat.com

پچے موجود ہوں ان کو میں متوجہ کرتا ہوں کہ وہ انہیں اگر کسی وقت پڑھ چکے ہیں، تب بھی دوبارہ پڑھیں اور بار بار پڑھیں۔ میں جماعت اسلامی کے متفقین و موافقین کو بھی تاکید کروں گا کہ وہ ان سے ہرگز محروم نہ رہیں۔ اور مخالفین و معترضین سے بھی درخواست کروں گا کہ اگر انصاف جیسی کوئی چیز ان کے پاس موجود ہے تو وہ زبان کھولنے یا قلم چلانے سے پہلے اس سلسلۂ بحث کو ذرا غور سے پڑھیں اور پھر انصاف و ایمانداری کے ساتھ کوئی جچی تلی رائے ظاہر فرمائیں۔

یہ زمانہ مولانا کی علالت کا تھا۔ اس لیے جب وہ باوجود کوشش کے اس سلسلہ کو پابندی کے ساتھ جاری نہ رکھ سکے تو فوراً ہی مولانا امین احسن اصلاحی نے اس موضوع پر قلم اٹھایا اور ربیع الاول ۱۳۶۴ھ مارچ ۱۹۴۵ء سے شوال ۱۳۶۴ھ اکتوبر ۱۹۴۵ء تک کے اشارات میں نہایت اہم اور بیش قیمت مقالے لکھے اور خوشی کی بات یہ ہے کہ یہ سلسلۂ مضامین "حقیقت تقویٰ" کے نام سے علیحدہ کتابی شکل میں چھپ چکا ہے اور جماعت کی مطبوعات میں شامل ہے۔ اب ہر حق پسند مسلمان کو بس اتنی ہی زحمت اٹھانی پڑے گی کہ اگر اس نے ان تمام چیزوں کو دیکھا نہیں ہے تو فرصت کے ساتھ دیکھ لے اور پھر اندازہ لگا لے کہ یہ بزرگ کس تصوف کے منکر ہیں۔

ظاہر و باطن

اس دوران میں ایک صاحب نے لباس اور چہرے کی اسلامی وضع قطع سے متعلق سوال کیا تو اس کا جواب مولانا مودودی نے رقم فرمایا ہے۔ ہمارے موضوع سے براہ راست متعلق ہے۔ اس لئے ہم اس کا کچھ حصہ یہاں نقل کرتے ہیں

Marfat.com

ناظرین اسے غور سے پڑھیں۔ انھیں یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ اسلام کا حقیقی تصوف کیا ہے اور یہ بھی معلوم ہو جائیگا کہ اس تصوف کی پیدائش کا ذریعہ کیا ہے؟ فرماتے ہیں؛

"لباس اور چہرہ کی وضع قطع کے متعلق آپ نے جو سوال کیا ہے اس کا جواب تو میں دیئے دیتا ہوں لیکن اس سے پہلے یہ بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ ظاہر کی اصلاح باطن کی اصلاح پر مقدم نہ ہونی چاہیئے۔ سب سے پہلے اپنے آپ کو قرآنی معیار کے مطابق حقیقی مسلمان بنانے کی کوشش کیجئے۔ پھر ظاہر کی تبدیلی اس حد تک کرتے جائیے جس حد تک باطن میں واقعی تبدیلی ہوتی جائے۔ ورنہ محض ضابطہ و قانون کو سامنے رکھ کر اگر آپ نے اپنے ظاہر کو اس نقشہ پر ڈھال لیا جو حدیث و فقہ کی کتابوں میں ایک متقی انسان کے ظاہری نقشہ کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے اور اندر حقیقی تقویٰ پیدا نہ ہوا تو آپ کی مثال ایسی ہو گی جیسے تانبے کے سکہ پر اشرفی کا ٹھپہ لگا ہوا ہو۔ اشرفی کا ٹھپہ لگانا کوئی بڑا مشکل کام نہیں ہے۔ بہت آسانی سے جس سستی سے سستی دھات پر چاہیں اس کو لگا سکتے ہیں۔ لیکن زرِ خالص بہم پہنچانا ایک مشکل کام ہے اور بہت دیر کی کیمیا گری سے یہ چیز حاصل ہوا کرتی ہے۔ بدقسمتی سے ہمارے ہاں ایک مدت سے ظاہر پر غیر معمولی زور دیا جا رہا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اشرفی کے ٹھپہ کے ساتھ تانبے، لوہے سیسے اور ہر قسم کی گھٹیا دھاتوں کے سکے چل پڑے ہیں۔ عملی دنیا کا بازار ایسے کھوٹے

صاف ہے کہ وہ زیادہ مدت تک اس جعلسازی سے دھوکا نہیں کھا سکتا۔ کچھ مدت تک تو ہمارے دھوکے کی اشرفیاں چل گئیں لیکن اب بازار میں کوڑی بھر بھی ان کی قیمت نہیں رہی ہے۔ بس ہمیں اپنی جماعت میں جس قسم کی دینداری پیدا کرنی ہے۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اشرفی کا ٹھپہ لگانے سے پہلے سونے کا سکہ بننے کی کوشش کریں۔

لباس اور چہرے کی وضع اور ایسے ہی دوسرے ظواہر کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جتنی ہدایات دی ہیں وہ مدینہ طیبہ کے آخری پانچ چھ برسوں کی ہیں۔ اس سے پہلے پندرہ سولہ سال تک آپ اپنے متبعین تقوے اور احسان کی وہ صفات پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہے جن کا مفصل نقشہ قرآن مجید، اور احادیث نبوی میں بیان ہوا ہے۔ اس ترتیب پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا نے جس کو تزکیۂ نفس کی خدمت پر مقرر فرمایا تھا۔ اس نے بھی پہلے اپنی پوری توجہ مس خام کو کندن بنانے ہی پر صرف کی تھی۔ پھر جب کندن بنالیا تب اس پر اشرفی کا نقش امر تسم کیا۔ لیکن اس تقدیم و تاخیر کا یہ مطلب نہیں ہے۔ کہ ایسے احکام شرعی کی تعمیل سے جی چرانے کا بہانہ بنایا جاسکے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسی متقیانہ وضع بنانے سے پرہیز کیا جائے۔ جس کی تہ میں واقعی تقویٰ

Marfat.com

خدا ترسی موجود نہ ہو اور جس کے اندر اسلامی اخلاق کی روح مفقود ہو"۔

(ترجمان القرآن جلد ۲۲ عدد ۳ ر ۴ ص ۴۰۷ و ۴۰۸)

اسی دوران میں دربھنگہ اور مرکز کے دو اہم اجتماعات منعقد ہو چکے تھے۔ دربھنگہ کے اجتماع میں مولانا نے فرمایا تھا،

"ہمارے لیئے خارج سے بڑھ کر باطن اہمیت رکھتا ہے۔ اس وجہ سے محض تنظیم اور محض چھوٹے سے ضابطہ بند پروگرام پر لوگوں کو چلانے اور عوام کو کسی ڈھرّے پر لگا دینے سے ہمارا کام نہیں چلتا۔ ہمیں عوام میں عمومی تحریک چلانے سے پہلے ایسے آدمیوں کو تیار کرنے کی فکر کرنی ہے جو بہترین اسلامی سیرت کے حامل ہوں اور ایسی اعلیٰ درجہ کی دماغی صلاحیتیں بھی رکھتے ہوں۔ کہ تعمیر افکار کے ساتھ اجتماعی قیادت کے دوہرے فرائض کو سنبھال سکیں"۔

اور مرکز کے اجتماع میں فرمایا تھا:۔

"شخصی اوصاف میں پہلا اور بنیادی وصف یہ ہے کہ ہم میں سے ہر شخص اپنے نفس سے لڑکر پہلے اُسے مسلمان اور خدا کا مطیع فرمان بنائے۔ یہ وہی بات ہے، جسے حدیث میں یوں بیان فرمایا گیا ہے کہ:۔

المجاھد من جاھد نفسہ فی طاعۃ اللہ

Marfat.com

حقیقی مجاہد وہ ہے جو اللہ کی اطاعت میں اپنے نفس سے کشمکش کرے
یعنی قبل اس کے آپ باہر کی دنیا میں خدا کے باغیوں سے
مقابلہ کے لئے نکلیں، اس باغی کو مطیع بنائیے۔ جو خود آپ کے
اندر موجود ہے اور خدا کے قانون اور اس کی رضاء کے خلاف چلنے
کے لئے ہر وقت تقاضا کرتا رہتا ہے۔ اگر یہ باغی آپ کے
اندر پل رہا ہے اور آپ پر اتنا قابو یافتہ ہے کہ آپ سے رضائے
الٰہی کے خلاف اپنے مطالبات منوا سکتا ہے تو یہ بالکل ایک بے معنی
بات ہے کہ آپ بیرونی باغیوں کے خلاف اعلانِ جنگ کریں۔ یہ تو
وہی بات ہوئی کہ گھر میں شراب کی بوتل پڑی ہے اور باہر شرابیوں
سے لڑائی ہو رہی ہے۔ یہ تضاد ہماری تحریک کے لئے تباہ کن ہے
پہلے خود خدا کے آگے سر جھکائیے۔ پھر دوسروں سے اطاعت کا مطالبہ
کیجیے۔"

اس چیز کو آپ کس نام سے یاد کریں گے؟ اگر یہ باطن کی اہمیت، بیرونِ عوام میں کام کرنے سے پہلے اسلامی سیرت کی تشکیل و تعمیر، جہاد بالنفس (جسے جہادِ اکبر کہا جاتا ہے) "تصوف" نہیں ہے تو پھر یہ ایک لفظِ بے معنی نہیں تو اور کیا ہے؟

جماعت اسلامی کا کل ہند اجتماع جس میں ایک ہزار افراد شریک تھے۔ ماہِ اپریل ۱۹۴۵ء میں منعقد ہوا تھا۔ اس میں اگرچہ مختلف موقعوں پر تصوف کا کوئی نہ کوئی ذکر ملتا ہے۔ مگر اس موضوع پر سب سے اہم اور معرکۃ الآراء بحث اس تقریر میں کی گئی تھی جو مولانا مودودی نے سب سے آخر میں کی اور جس میں انھوں نے

Marfat.com

اسلامی اخلاقیات کے بنیادی مراتب (ایمان ۔ اسلام ۔ تقویٰ اور احسان) کی ایسی مکمل توضیح کی تھی کہ ان کا کوئی پہلو بچا نہیں رہ گیا ؟ اس توضیح کی وجہ بھی مولانا نے آخر میں بیان کر دی تھی ۔ کہ :۔

" میں نے بیماری اور کمزوری کے باوجود آج یہ طویل تقریر آپ کے سامنے صرف اس لئے کی ہے کہ میں امر حق کو پوری وضاحت کیساتھ آپ تک پہنچا کر خدا کے حضور بری الذمہ ہونا چاہتا ہوں ۔ زندگی کا کوئی اعتبار نہیں ۔ کوئی نہیں جانتا کہ کب اس کی مہلت عمر آن پوری ہو ۔ اس لئے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ حق پہنچانے کی جو ذمہ داری مجھ پر عائد ہوتی ہے ۔ اس سے سبکدوش ہو جاؤں ۔ اگر کوئی امر وضاحت طلب ہو پوچھ لیجئے ۔ اگر میں نے کوئی بات خلاف حق بیان کی ہو تو اس کی تردید کیجئے ۔ اور اگر میں نے ٹھیک ٹھیک حق آپ تک پہنچا دیا ہے تو اس کی گواہی دیجئے "

(روداد جماعت حصہ سوم ص ۱۰۵)

خوش قسمتی سے یہ تقریر روداد جماعت حصہ سوم میں بھی پڑھی جا سکتی ہے ! اور علیحدہ بھی دیکھی جا سکتی ہے جس کا عنوان " تحریک اسلامی کی اخلاقی بنیادیں " میں معلوم کرنا چاہتا ہوں ۔ کہ یہ سب کچھ دیکھ لینے اور پڑھ لینے کے بعد کون ہے جو مولانا مودودی پر یہ الزام لگانے کی جرأت کرتا ہے کہ وہ اہل حق اور اہل سنت کے قبول کردہ تصوف سے خالی ہیں ؟

میدانِ جہاد میں

اب تک مولانا مودودی کو مشکلات اور مزاحمتوں کا سامنا کرنا پڑا تھا لیکن

Marfat.com

جان و مال سے براہ راست تعلق رکھنے والی آزمائشیں اس وقت سے شروع ہوتی ہیں۔ جب مولانا کا حلقہ مرکز (قریہ جمال پور دارالاسلام نزد پٹھان کوٹ) فسادات کے شعلوں کی لپیٹ میں آگیا تھا۔ سب کو معلوم ہے کہ قومی فسادات کا سلسلہ اگست ۱۹۴۶ء سے شروع ہوا اور دیکھتے دیکھتے جنگل کی آگ کی طرح پورے ملک کے امن و امان کو جلا کر راکھ کر دیا۔ اگست ۱۹۴۷ء میں جب یہ آگ پٹھان کوٹ پہنچی تو دارالاسلام میں کئی ہزار پناہ گزین جمع ہو گئے اور جماعت کی پوری توجہ اُن کی دیکھ بھال۔ خورد و نوش اور دفاعی انتظامات پر مرکوز ہو گئی۔ ۲۳ اگست کو شام کے وقت چاروں طرف سے نعروں کا شور ہونے لگا کہ جتھہ آگیا لیکن دارالاسلام کی بستی میں کامل سکوت تھا۔ البتہ ہر شخص اپنی جگہ چوکنا اور خبردار، اور زندگی کے آخری معرکے کے لئے تیار تھا۔ اگرچہ اس دن نہ کوئی حملہ آور آیا۔ اور نہ کوئی جتھہ نمودار ہوا مگر دوسرے ہی دن دارالاسلام کے چوکیدار عبدالرحمٰن، بہاولپوری کو قتل کر دیا گیا جو پناہ گزین عورتوں کا سامان ان کے گھروں سے نکلوانے کے لئے ایک قریبی بستی میں گئے تھے۔ جب یہ اطلاع ملی کہ ان کی لاش دارالاسلام کی حدود سے باہر پڑی ہے تو مولانا مودودی نے فوراً ہی آٹھ آدمیوں کو موقع کی طرف روانہ کیا اور ہدایت فرما دی کہ انہیں بستی میں لانے کے بجائے ادھر ہی قبرستان میں دفن کر دیا جائے۔ تاکہ پناہ گزین جو پہلے ہی ہراساں ہیں دہشت زدہ ہو کر کوئی نامناسب حرکت نہ کر بیٹھیں۔ عبدالرحمٰن کے سینہ میں نیزوں کے کئی سوراخ اور ہاتھوں اور گردن میں کر پانوں کے کئی زخم تھے۔ لیکن الحمد للہ کہ ان کی پشت پر کوئی زخم نہیں پایا گیا۔ مرحوم شہید تھا۔ اس لئے اُسے اسی کپڑوں

Marfat.com

میں خون آلودہ دفن کر دیا گیا۔ مگر اس واقعہ سے یہ یقین ہو گیا۔ کہ دارالاسلام پر حملہ کا اگر کوئی پروگرام ہے تو اس کے لئے آنے والی رات سے موزوں رات اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ دفاعی انتظامات مکمل ہو گئے اور سرِ شام ہی عورتوں اور بچوں کو مولانا کے مکان میں جمع کر دیا گیا۔ نماز عشاء کے بعد مولانا نے عورتوں سے خطاب کیا اور حسبِ ذیل ایمان افروز اور جرأت آموز الفاظ فرمائے :-

"شائد اہلِ دارالاسلام کی زندگی کا یہ آخری دن ہو جب تک ہم میں سے ایک مرد بھی زندہ ہے۔ دشمن انشاء اللہ تم تک نہ پہنچ سکے گا۔ لیکن اگر مرد خدا نخواستہ ختم ہو جائیں تو تمہیں مومن عورتوں کی طرح کٹ مرنا ہو گا نہ خودکشی کرنا اور نہ اپنے آپ کو زندہ کسی کے حوالے کرنا۔ جو حملہ آور ہے اس کا مقابلہ کرو اور اپنی عزت کے لئے لڑ کر جان دے دو۔"

اس کے بعد پناہ گزین عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو بالکل باطمینان سلا دیا گیا اور ان میں سے اکثر کو اندازہ ہی نہ ہو سکا کہ وہاں کن حالات کے مقابلہ کی تیاری ہو رہی تھی۔ مگر مولانا مودودی اپنے ایک ساتھی کو لیکر ایک کارتوسی بندوق سنبھالے کرسی پر جو بیٹھے تو آنکھوں ہی آنکھوں میں صبح کر دی مثیت ایزدی کی سوا کوئی لفظ زبان پر نہ تھا۔ یہ رات خدا کے فضل و کرم سے بخیریت گذر گئی، دوسرے دن لاہور سے کچھ رفقاء دو بسیں لیکر دارالاسلام پہنچے اور انہوں نے بتایا کہ ہم بہت مشکل سے دو بسیں لے کر آئے ہیں۔ دوبارہ مدد پہنچنے کی کوئی توقع نہیں آپ لوگ عورتوں اور بچوں کو لیکر فوراً سوار ہو جائیں۔ اس موقع پر مولانا مودودی

Marfat.com

نے کہا "کہ ہم ڈھائی ہزار پناہ گزینوں کو اپنے ہاں پناہ دے چکے ہیں اور یہ بھی فقط اللہ کے بھروسہ اور اسی کی بخشی ہوئی قوت کے بل پر جب تک پناہ گزینوں کی حفاظت کا تسلی بخش انتظام نہ ہو جائے یا ان کو ساتھ لے چلنے کا بندوبست نہ ہو جائے ہم دارالاسلام سے نہیں جائیں گے۔ ہم نے انہیں خدا اور رسول کے نام پر پناہ دی ہے ہم اپنے عہد کو انشاءاللہ ہر قیمت پر ادا کریں گے۔"

آخر کار طے ہوا کہ عورتوں اور بچوں کو ان بسوں میں بھیجدیا جائے اور مرد سارے کے سارے دارالاسلام میں پناہ گزینوں کے ساتھ ہیں۔ اس پورے زمانہ میں نماز جمعہ موقوف کر دی گئی اور دارالحرب کی سی کیفیت پیدا ہو جانے کی وجہ سے تمام نمازیں صلوٰۃ خوف کی حیثیت سے ادا کی گئیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ متی نصر اللہ کا جواب الا ان نصر اللہ قریب بارگاہِ ایزدی سے اس طرح ملا کہ ایک طرف کسی تحریک یا درخواست کے بغیر دارالاسلام کو سرکاری کیمپ قرار دیکر فوج نے اس کا چارج لے لیا۔ اور اسطرح پناہ گزینوں کی حفاظت کی جو ذمہ داری مولانا نے اٹھائی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے انہیں بخیر و خوبی سبکدوش فرما دیا اور دوسری طرف لاہور سے ایک فوجی رفیق قافلہ کے ساتھ تین بسیں لیکر آ گئے اور جتنے پناہ گزینوں کو ساتھ لیا جا سکا انھیں ساتھ لیکر مولانا اور ان کے رفقاء کار ۳۰ اگست ۴۷ء کو دارالاسلام سے لاہور روانہ ہو گئے۔ پیچھے جماعت کا جو سامان رہ گیا اور مولانا کی لائبریری کی جو بہت سی نایاب کتابیں چھوٹ گئیں۔ ان کی قیمت کا اندازہ ستر ہزار روپیہ ہے۔

یہ اگرچہ ایک تاریخی واقعہ ہے لیکن کیا اس واقعہ میں آپ کو نعوذ

کی کوئی جھلک نظر نہیں آتی ؟ اگر تعلق باللہ توکل علی اللہ عشق وجنوں، حقارت دنیا۔ آخرت کی رغبت اور موت کا شوق، تصوف کا خاصہ ہیں تو یہاں آپ تصوف کے سوا اور کیا چیز پا سکتے ہیں ؟

لاہور پہنچنے کے بعد مولانا پر ...... جو ابتلاؤں کی مسلسل بارش برستی رہی ہے۔ اس نے تو آئینہ کی طرح یہ بات صاف کر دی ہے۔ کہ اگر یہ شخص درجۂ کمال کو پہنچا ہوا صوفی نہ ہوتا تو اس سے وہ کچھ ظاہر بھی نہ ہوتا جو ظاہر ہوا چنانچہ جب مولانا نے اسلامی دستور کی مہم کا آغاز کیا۔ تو اس وقت جو حالات تھے ان کا سرسری اندازہ کرنے کے لیے نعیم صدیقی صاحب کے حسب ذیل الفاظ پڑھیے کہتے ہیں :-

اس زمانہ میں حکومت کے براہِ راست اور بالواسطہ پروپگنڈے نے، نیز بعض اخبارات کے مخالفانہ محاذ اور بعض مولویوں کے فتنوں اور خطبوں نے رائے عام کی فضا کو اتنا مکدر کر دیا تھا کہ دماغی سکون کو برقرار رکھنا کوئی آسان کام نہ تھا لیکن مولانا اس طوفانی ماحول میں جس شان سے عزیمت کی چٹان بنے رہے۔ اس نے جماعت کے ایک ایک فرد میں سچائی پر قائم رہنے کا مضبوط جذبہ پیدا کر دیا۔ حال یہ تھا کہ مسجدوں کے منبروں سے مولانا کے قتل کیے جانے کی علانیہ ترغیب دلائی جا رہی تھی اور سڑکوں پر چلتے پھرتے کارکن بسا اوقات یہ اندیشہ محسوس کرتے تھے کہ ہم پر کہیں بھی غنڈوں کی طرف سے کوئی

Marfat.com

حملہ ہو سکتا ہے۔ اور ایک ایک چیز کی اطلاع لیکر ہم سب بار بار مرکز آتے تھے لیکن مولانا سے بات کرتے ہی ساری تشویش رخصت ہو جاتی اور عزم و ہمت کی ایک نئی لہر دوڑ جاتی۔ مولانا کارکنوں کی گھبراہٹ کا پرتو قبول کرنے کی بجائے ہمیشہ ان پر اپنی عزمیت کا پرتو ڈال دینے میں کامیاب رہتے جب کوئی آتا وہ دور ہی سے اس کے چہرے سے نفسیاتی مطالعہ کر لیتے اور سلام کا جواب دینے کے ساتھ ہی ہشاش بشاش چہرے کے ساتھ پوچھتے "کہیئے رجناب! کیا حالات ہیں؟" اور آنیوالے کی جذباتی کیفیت بات کرنے سے پہلے ہی بدل جاتی"

پھر آگے فرماتے ہیں :-

" اس دوران میں متعدد لوگوں نے مولانا کو گرفتاری کے امکان سے آگاہ کر دیا تھا۔ دوسری طرف ایک خطرناک تر سازش کی افواہ بھی ملی اور ہم نے چاہا کہ مولانا قدرِ احتیاط سے کام لیں لیکن انہوں نے ہمیشہ کی طرح کہا کہ جب تک اللہ تعالیٰ مجھ سے اپنے دین کی خدمت لینا چاہتا ہے۔ میں اپنے لیے کوئی خطرہ محسوس نہیں کرتا اور جب اس کی طرف سے یہ مہلت ختم ہو جانے والی ہوگی تو پھر کوئی احتیاط حفاظت کی ضمانت نہیں بن سکتی"

(مولانا مودودی آزمائش کی کسوٹی پر" مندرجہ چراغ راہ کراچی مارچ ۱۹۵۴ء)

Marfat.com

ناظرین خیال فرمائیں کہ مولانا نے سیرت نبوی کے پرتو کا کتنا حصہ اپنے اندر جذب کرنے کی کوشش کی ہے؟ ہمیں یقین ہے کہ تقویٰ و احسان سے اتر کر کسی مقام پر کھڑے ہونیوالے شخص کے اندر یہ سیرت کبھی جلوہ گر نہیں ہوسکتی اور ہمیں یہ بھی یقین ہے کہ تقویٰ واحسان یا تصوف کا غلط اور مبہم مطلب لیکر جو لوگ گوشوں اور کونوں میں روحانی ترقی کے مدارج طے کئے چلے جاتے ہیں، انھیں بھی یہ مقام کبھی نصیب نہیں ہوسکتا۔

قید وبند

بالآخر مولانا ماہ اکتوبر ۱۹۴۸ء میں مع دو رفقاء کے گرفتار کرلیے جاتے ہیں۔ اس وقت کی کیفیت نعیم صدیقی صاحب کے الفاظ میں سننے کے لائق ہے کہتے ہیں:-

"کچھ وقفہ کے بعد مولانا شیروانی پہنے ٹھیک اسی طرح ہشاش بشاش چہرے کے ساتھ نمودار ہوئے جیسے وہ کسی سفر پہ جاتے ہوئے دکھائی دیتے تھے۔ کوئی فرق نہ تھا! اور برآمدے کے کنارے پر کھڑے کھڑے انھوں نے یہ کہہ کر پان طلب کیا۔ کہ "ڈبیہ بٹوا کہاں ہے؟ آخری پان کھالیا جائے۔ پان جیسے دیرینہ رفیق کے بارے میں مولانا کا یہ فیصلہ سنکر میں نے پوچھا کہ کیا جیل کے بعد بھی یہ طلاق جاری رہے گی۔؟ تو فرمایا" نہیں! یہ طلاق رجعی ہے، مغلظ نہیں" اس پر سید

Marfat.com

نقی علی صاحب اور دوسرے لوگ خوب قہقہہ لگا کر ہنسے یوں یہ شخص ہنستے ہنساتے مصافحہ ملا کر نامعلوم مدت کی قید کے لئے مسلح پہرے میں جیپ گاڑی کے اندر بیٹھ کر روانہ ہو گیا۔"

(حوالۂ مذکور)

یہ مدت اسارت بیس مہینے تک ممتد ہوتی ہے اور ۲۸ مئی ۱۹۵۵ء کو مولانا پھر اسی زندگی کی طرف واپس آجاتے ہیں جس سے انہیں جبراً ۴ اکتوبر ۱۹۴۸ء کو خارج کیا گیا تھا۔ اس پورے زمانہ اسیری میں مولانا نے جو تأثرات قبول کئے انہیں آپ اگر معلوم کرنا چاہتے ہیں تو مولانا کے خطوط کے حسب ذیل اقتباسات پڑھیے اور یہ خیال رکھیے کہ مولانا کے یہ خطوط جیل کے سنسر بورڈ کی خورد بینی نگاہوں سے گذر کر باہر آتے رہے ہیں۔ اگر یہ بظاہر معمولی لیکن حقیقۃً بڑی اہم بات آپ کے پیش نظر رہے گی۔ تو ان خیالات کی اصلی قدر و قیمت آپ کے ذہن نشین ہو سکیگی جو ان خطوط میں ظاہر کئے گئے ہیں۔ فرماتے ہیں:۔

"آجکل میری صحت جتنی اچھی ہے، ایسی صحت تو برسوں سے مجھے نصیب نہ تھی۔ خوراک بڑھ گئی ہے۔ نیند اچھی آتی ہے۔ کہ پچھلے پندرہ سال میں اتنی اچھی نیند کبھی نہیں آئی تھی، دماغی اور جسمانی دونوں طرح کی محنتیں پہلے سے زیادہ کر سکتا ہوں اور پہلے سے بہت کم تھکتا ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بلا مبالغہ آج شائد روئے زمین پر مجھ سے زیادہ مطمئن کوئی آدمی نہیں ہے۔ بال بچوں اور متعلقین کی مجھے فکر نہیں کیونکہ

Marfat.com

انہیں خدا کے حوالے کر آیا ہوں۔ قوم کی مجھے فکر نہیں کیونکہ اس معاملہ میں خدا کی طرف سے جتنی ذمہ داری مجھ پر تھی وہ سب موجودہ حکمران گروہ نے اپنے ذمے لی ہے۔ جماعت اور دعوتِ اسلامی کی مجھے فکر نہیں کیونکہ گرفتار ہوتے ہی عنداللہ بری الذمہ ہو چکا ہوں اور اس کے ساتھ ہی اس بات کا بھی سو فیصدی یقین رکھتا ہوں کہ اس کام کو میرے قید ہونے اور رہنے سے قطعاً کوئی نقصان نہیں پہنچے گا بلکہ اس کے برعکس فائدہ ہی پہنچیگا۔ اس کے بعد آپ خود ہی سوچیں کہ مجھ سے زیادہ خوش و خرم اور مطمئن کون ہو سکتا ہے پھر یہاں غور و فکر اور گہرے مطالعہ کا جو خداداد موقعہ مجھے مل گیا ہے یہ تو وہ نعمت ہے جس کے لئے میں اپنی بے حد مصروف زندگی میں ترستا تھا۔ آجکل اس نعمت سے خوب فائدہ اٹھا رہا ہوں اور مگن ہوں"۔

ایک اور خط میں لکھتے ہیں:-

"جو شخص خدا اور خلق کے ساتھ اپنا معاملہ درست رکھے اور خدا کی راہ میں اس کی خلق کی بھلائی کے لئے کام کرے۔ خدا اس کیساتھ کبھی برا معاملہ نہیں کرتا اور ظاہر بین آنکھیں جس چیز کو اس کے حق میں شر سمجھتی ہیں وہ بھی خدا کی طرف سے اس کے حق میں خیر ہوتی ہے، یہ بات اگر آپ ذہن نشین کر لیں گے تو انشاء اللہ

Marfat.com

آپ کو بھی وہی طمانیت قلب حاصل ہو جائے گی جو خدا کے فضل سے مجھے حاصل ہے۔ یہ محض خوش عقیدگی کی بات نہیں ہے بلکہ ایک صریح حقیقت ہے میں جس اصلاح کے لئے کام کر رہا تھا اس کے راستہ میں پتھر کے پہاڑ حائل نہیں تھے بلکہ گندگی و غلاظت کے فلک بوس انبار حائل تھے۔ میں نے تو خدا کی رضا کی خاطر اس گندگی کو صاف کرنے کے لیے قدم اٹھا دیا تھا اور جو غلاظت کے چھینٹے مجھ پر پڑنے شروع ہو گئے تھے ان کو صبر کے ساتھ برداشت کر رہا تھا مگر میرے خدا نے مجھ سے چوہڑوں اور بھنگیوں کا کام لینا پسند نہیں کیا۔ اس لئے اس نے مجھے ایک گوشۂ عافیت میں لاکر بٹھا دیا اور اب وہ گندگی کے انبار انھی لوگوں کے سروں پر اٹھوا کر پھنکوا رہا ہے جن کی وہ گندگی ہے۔ یہ کام ابھی ادھورا ہے۔ ابھی ایک ہی انبار صاف ہوا ہے چند انبار ابھی باقی ہیں بلکہ غلاظت کا اصلی اور سب سے بڑا ڈھیر تو ابھی جوں کا توں رکھا ہے۔ اس لئے میرے باہر آنے کا ابھی کوئی موقع نہیں ہے جس روز یہ کام تکمیل کے قریب ہوگا آپ لوگ انشاءاللہ مجھے اپنے درمیان پائیں گے۔"

ایک اور خط تحریر فرماتے ہیں :-

"آپ کے تازہ خط سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم لوگوں کی نظر بندی کی طوالت آپ کو اب بہت شاق ہو رہی ہے لیکن درحقیقت

Marfat.com

یہ چیز ایسی نہیں ہے جس پر آپ یا ہمارے دوسرے احباب مضطرب ہوں۔ یہاں ہم دیکھ رہے ہیں کہ سینکڑوں خدا کے بندے ایسے ہیں جنھوں نے اپنے نفس کی خاطر چوری، ڈاکے قتل اور دوسرے جرائم کئے اور ان کی پاداش میں کئی کئی سال کی قیدیں برداشت کر رہے ہیں۔ انتہائی تکلیف کی زندگی گذار رہے ہیں۔ ان کے لئے نہ یہاں کوئی راحت ہے اور نہ حیاتِ اخروی کے لئے ہی ان کے پاس کوئی تسلی کا سامان ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر انسان یہ سب کچھ چند لمحوں کے عارضی فوائد اور لذتوں کی خاطر برداشت کر جاتا ہے۔ تو کیا ہم کو یہ زیب دیتا ہے کہ جو کچھ ہم نے اپنے نفس کے لیے نہیں بلکہ خدا اور اس کے دین کے لئے کیا اور جس پر ہم ابدی زندگی میں اجر پانے کی توقع بھی رکھتے ہیں۔ اسکی پاداش میں بندوں کی کسی انتقامی کارروائی کو ہم ٹھنڈے دل سے برداشت نہ کریں اور اس ذرا سی اذیت پر ہمیں جو پہنچ رہی ہے مضطرب ہونے لگیں؟ میں تو سمجھتا ہوں کہ بندگانِ نفس کی بہ نسبت بندگانِ حق کو اگر دگنے اور چوگنے مصائب و شدائد سے بھی سابقہ پیش آئے تو ان کی پیشانی پر بل نہ آنا چاہیئے۔"

اپنے طبیب کو لکھتے ہیں:۔

Marfat.com

"آپ کا بالمشافہ معائنہ کرکے علاج کے بارے میں ماشئے قائم کرنا مفید ہی ہو سکتا ہے لیکن معلوم ہوا کہ قواعد میں اس کی گنجائش نہیں ہے۔ اب صرف یہ صورت رہ جاتی ہے کہ میں بطور خاص حکومت سے یہ رعایت مانگوں کہ مجھے اپنے معالج سے مشورہ لینے کی اجازت دے لیکن ظالم سے رعایت کا مطالبہ کرنا اصول کے خلاف ہے، میں جان دے سکتا ہوں۔ مگر رعایت کی درخواست نہیں کر سکتا۔ لہٰذا جو کچھ علاج آپ غائبانہ کر سکتے ہوں بس اسی پر اکتفا فرمائیں۔"

اپنے بڑے بھائی کو لکھتے ہیں :-

"آئندہ آپ جب کبھی آئیں تو اپنے ساتھ دونوں بڑے بچوں کو بھی لے آئیں اور حاجی میاں آنا چاہیں تو انہیں بھی۔ پہلے میں نے اس لئے بچوں کو لانے سے منع کر رکھا تھا کہ بچوں کے ذہن پر یہاں کے ماحول کا برا اثر پڑنے کا اندیشہ تھا مگر اب غور کرنے سے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ انھیں یہ جگہ ضرور دکھا دینی چاہیئے۔ کیا عجب کہ کل جو نسل اٹھنے والی ہے وہ موجودہ نسل سے کہیں زیادہ بگڑی ہوئی ہو اور اس کے مقابلہ میں ان لوگوں کو ہم سے بھی زیادہ سخت جدوجہد کرنی پڑے۔ میں اپنی اولاد کو عیش کے لئے نہیں پالنا چاہتا بلکہ خیر کی خدمت اور شر سے جنگ کے لئے پالنا چاہتا ہوں۔"

Marfat.com

اپنے بچوں کو لکھتے ہیں :۔

"میں نے تم لوگوں کو خدا کے حوالے کر کے صبر کر لیا ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ تم لوگوں کو بالکل اسی طرح زندگی بسر کرنی چاہیئے جس طرح میرے مر جانے کی صورت میں کرتے۔ یہ بھی خدا کی شان پروردگاری ہے کہ اُس نے میری زندگی میں تم لوگوں کو ان حالات کے تجربہ کا موقعہ دے دیا جو دوسروں کو اپنے سرپرست کی موت ہی کی شکل میں پیش آیا کرتے ہیں ۔ اس تجربہ سے تم لوگ ہراساں نہ ہو بلکہ خوب فائدہ اٹھاؤ یہ انشاءاللہ تم سب کے لیئے نہایت مفید ثابت ہوگا۔"

اپنی والدہ ماجدہ کے نام ایک خط میں آپ تحریر فرماتے ہیں :۔

"مجھے اس بات کی بڑی فکر تھی کہ میری نظر بندی کی مدت بڑھنے سے آپ کی صحت پر کچھ بُرا اثر نہ پڑا ہو۔ اب آپ کے والا نامہ سے یہ معلوم کر کے بہت اطمینان ہُوا کہ آپ نے اسے اس استقلال کیساتھ برداشت کیا ہے جس طرح ایک مؤمن خاتون کو برداشت کرنا چاہیئے جس راستہ پر میں برسوں سے چل رہا تھا۔ اس میں یہ منزل تو بہرحال آنی ہی تھی۔ حیرت اس کے آنے پر نہیں بلکہ اس بات پر ہے کہ اتنی دیر سے کیوں آئی ۔ درحقیقت میں تو اسی پر حیران ہوں کہ شیطان اور اس کی برادری نے مجھے اتنے دنوں برداشت کیسے کیا ۔ بہرحال اب کہ وہ ادھر

Marfat.com

متوجہ ہوگئے ہیں۔ یہ اُمید نہ رکھیئے کہ یہ کشمکش جلدی ختم ہوجائیگی اب اس کا خاتمہ دو ہی طرح ہوسکتا ہے یا میں ختم ہوجاؤں۔ یا وہ اصلاح ہوکر رہے جس کے لئے میں پچھلے پندرہ برس سے کام کرتا رہا ہوں۔ ان دونوں صورتوں کے درمیان کوئی تیسری صورت ممکن نہیں ہے۔ لہٰذا میری ماں اور بھائی اور بیوی اور بچوں اور مجھ سے تعلق رکھنے والے سب لوگوں کو اپنا دل کڑا کرلینا چاہیئے اور ہر بدتر سے بدتر نتیجہ کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ اگر آپ لوگ اس طرح کی غلط اُمیدیں قائم کریں گے جو پچھلے چھ مہینے میں شاید قائم کرلی گئی تھیں تو بلاوجہ اپنے آپ کو خلاف توقع صدمات سے دوچار کریں گے، آپ یقین فرمائیں کہ ایک شیطانی طاقت دنیا میں زیادہ سے زیادہ جو کچھ کرسکتی ہے۔ میں خدا کے بھروسہ پر اس کو برداشت کرنے کے لئے تیار ہوچکا ہوں لہٰذا جو کچھ سامنے آتا ہے وہ میری توقعات سے کم ہی ہوتا ہے اور میرے اعصاب پر اس کا اتنا اثر بھی نہیں ہوتا۔ جتنا کسی چیونٹی کے مجھ پر حملے کا ہوتا۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔"

یہ آپ کیا پڑھ رہے ہیں؟ آپ اس "ذاتہ" کو کس نام سے یاد کرنا چاہتے ہیں جس پہ مولانا چل رہے ہیں؟ مجھے یقین ہے کہ اگر آپ تعلق باللہ توکل علی اللہ اور عشق و جنون کے اس راستہ سے واقف ہیں جس پر اہلِ حق اور اہلِ سنت

Marfat.com

چلتے رہے ہیں تو آپ کو یہ کہنے کی ذرہ برابر ہمت نہ ہو سکے گی. کہ مولانا مودودی دین کے اس شعبہ سے جس کا نام سلوک وتصوف ہے۔ اعتقاداً و عملاً بالکل فارغ ہیں اور یہ کہ ان کے تجربات سلوک وتصوف کی راہ سے ہٹے ہوئے ہیں بلکہ آپ کو صاف صاف یہ کہنا پڑے گا کہ مولانا مودودی محض سالک نہیں ہیں بلکہ ہزاروں سالکوں کے راہنما ہیں۔ ؎

ناقصاں را پیر کامل کاملاں را راہنما

مولانا نے اپنی رہائی کے بعد ترجمان القرآن شعبان تا ذیقعدہ ۱۳۶۹ھ میں اپنی ذات کے متعلق جو کچھ فرمایا ہے اسے بھی آپ غور و تامل سے پڑھیں تو آپ کی سمجھ میں آجائے گا کہ ایک مومن صادق کا ایمان وضمیر کیسا چیز ہوا کرتا ہے۔ اور وہ کونسا راستہ ہوتا ہے جس پر وہ چلتا ہے اور ہزاروں بندگان خدا کو بھی اس پر لا ڈالتا ہے۔ فرماتے ہیں :-

" میں نے اپنی ۴۷ سال کی عمر کا تقریباً دو تہائی حصہ مطالعہ، تحقیق اور غور و فکر میں صرف کیا ہے۔ اکتیس سال کی مدت میں پڑھ کر، سن کر، سوچ کر، سمجھ کر اور مشاہدہ، تجربہ کر کے میرے ذہن کا ایک خاص سانچہ بن چکا ہے میری زندگی کا ایک نصب العین قرار پا چکا ہے۔ میری فکر کا ایک خاص انداز اور سوچنے کا ایک خاص طرز قائم ہو چکا ہے، میں کچھ رائیں رکھتا ہوں جن کی پشت پر برسوں کے مطالعہ سے فراہم کئے ہوئے دلائل ہیں۔ میں

Marfat.com

نے کچھ چیزوں کو حق پایا ہے اور ان پر میں پورے قلبی و دماغی اطمینان کے ساتھ ایمان لایا ہوں اور کچھ چیزوں کو میں نے باطل پایا ہے اور ان کو قلب و دماغ کے متفقہ فیصلہ کے ساتھ رد کر چکا ہوں۔ میرے ذہن اور ضمیر کے یہ فیصلے میری ذات کی حد تک بھی محدود نہیں رہے ہیں۔ بلکہ میں برسوں سے ان کی تبلیغ کر رہا ہوں۔ ہزاروں آدمیوں کو میں نے اس نصب العین کی طرف کھینچا ہے جسے میں نے اپنی زندگی کا نصب العین بنایا تھا۔ ہزاروں کو اس حق کا قائل کیا ہے جس حق کا میں خود قائل ہوا تھا۔ ہزاروں کا رشتہ اس باطل سے کٹوایا ہے جس سے میں نے خود اپنا رشتہ کاٹا تھا اور ہزاروں بندگانِ خدا کی زندگیوں کو احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کی اس جد و جہد میں مبتلا کر دیا ہے جس میں میں خود مبتلا ہوں۔ اب اگر کسی نے یہ سمجھا تھا کہ میرے ذہن اور خیالات اور مقصدِ زندگی ہر چیز کو محض طاقت کی دھونس اور جیل کی دلیل سے بدلا جا سکے گا۔ تو میں اسکو بتانا چاہتا ہوں کہ اس کا صحیح مقام دیوانِ حکومت نہیں بلکہ شفاخانہ امراضِ دماغی ہے اور اگر اس نے یہ توقع قائم کی تھی۔ کہ اس دنیا میں آ کر میں اپنا ضمیر اس کے ہاتھ میں رہن رکھ دوں گا اور آئندہ سے اس کے کہے ہوئے خیالات ظاہر کرنے لگوں گا۔ تو میں اس کو مطلع کرتا ہوں کہ اس نے میری سیرت کو اپنی سیرت پہ قیاس کرنے میں غلطی کی ہے میرا

Marfat.com

دل صداقت کے لئے تو ہر وقت کھلا ہوا ہے اور میری ہر رائے کو علمی و عقلی دلائل سے بدلا جا سکتا ہے لیکن میرا ایمان و ضمیر کوئی قابل بیع و رہن چیز نہیں ہے۔ اس کی کوشش پہلے بھی جس نے کی ہے ناکام ہوا ہے اور آئندہ بھی جو کریگا۔ انشاء اللہ منہ کی کھائے گا۔"

مولانا کی رہائی کے بعد جماعت اسلامی کا آل پاکستان اجتماع بماہ نومبر ۱۹۵۵ء کراچی میں منعقد ہوا۔ اس اجتماع کے آخری اجلاس میں تقریباً ایک ہزار ارکان کو مولانا نے چند اہم ہدایات دی تھیں جن میں تعلق باللہ، ترجیح آخرت اور بیجا پندار سے احتراز کے عنوانات پر اتنی نفیس اور جامع گفتگو فرمائی تھی کہ خود ان کے اپنے لٹریچر میں اسکی نظیر نہیں ملتی ـــــــ یہ وہی مسائل ہیں جن سے سلوک و تصوف براہ راست بحث کرتا ہے ـــــ اس بحث میں مولانا نے تعلق باللہ اور ترجیح آخرت وغیرہ کی صحیح اور مکمل تعریف ہی نہیں فرمائی ہے بلکہ اس کی پیدائش، افزائش اور تربیت کے ذرائع و وسائل بھی بتائے ہیں۔ اور پیمانہ و معیار بھی پوری وضاحت کیساتھ طالبین حق کے سامنے رکھدیا ہے۔ بڑی خوشی کی بات ہے کہ مولانا کی یہ بے بہا تقریر نہ صرف ترجمان القرآن کے صفحات پر شائع ہوئی ہے بلکہ ہندو پاک کی جماعتوں نے اسے علیحدہ کتابی شکل میں بھی چھاپا ہے اور اس سے ہر طالب راہ حق اس درجہ میں استفادہ کر سکتا ہے جس درجہ میں وہ کسی پیر کامل کی زبانی تلقینات یا اسکی صحبت و معیت سے کر سکتا ہے۔ اس تقریر کا جن اصحاب نے خود مطالعہ کیا ہے وہی اسباب کا اندازہ کر سکتے ہیں کہ جس شخص کے افکار و احساسات کا یہ حال ہے اس پر تصوف سے محرومی و بے خبری

Marfat.com

کا الزام لگانا اتنا بڑا ظلم ہے کہ دنیا میں کمیت کے اعتبار سے اس سے بڑا ظلم ممکن ہے لیکن کیفیت کے اعتبار سے اس سے بڑے ظلم کا کوئی تصور نہیں کیا جا سکتا ہے۔ نا معلوم لوگوں کو اس قسم کے ہوائی الزامات دوسروں پر چسپاں کر کے اپنی آخرت برباد کرنے کا اتنا شوق کیوں ہے؟

تحفظ دار پر

۱۹۵۳ء میں مولانا پر اور ان کے ساتھ پاکستان کی پوری جماعت پر جو دور ابتلا آیا وہ تو بڑا ہی سخت دور تھا۔ مولانا کو بالکل ہی میدان سے ہٹا دینے کے لئے جو جو کچھ جوڑ توڑ کئے گئے جو جو چالیں چلی گئیں۔ جو جو سیاسی اسٹنٹ اور مذہبی فتنے کھڑے کئے گئے اور جس جس طرح ہنگامہ آرائیاں کی گئیں۔ یہ سب تاریخ میں یادگار رہ جانے والی چیزیں ہیں اور ان کا براہ راست تعلق یا تو جماعت اسلامی پاکستان کی تاریخ سے ہے یا مولانا کی سوانح حیات سے ہم اپنے موضوع کی مناسبت سے مولانا کی سیرت کا صرف وہ باب مختصراً پیش کریں گے جو ان کی تکمیل مقامات کا مظہر ہے۔

ترجمان القرآن بابت جمادی الاولیٰ ۱۳۷۲ھ م فروری ۱۹۵۳ء کے اشارات میں مولانا نے ایک مضمون رقم فرمایا تھا جس میں پوری وضاحت کے ساتھ وہ دلائل بیان کئے تھے جن کی بنا پر پاکستان کے ۳۳ سربرآوردہ علماء نے قادیانیوں کو ایک جداگانہ اقلیت قرار دینے کی تجویز پیش کی تھی۔ یہ مضمون " قادیانی مسئلہ " کے عنوان سے علیحدہ رسالہ کی شکل میں بھی چھاپا گیا اور کثیر تعداد میں اس کی اشاعت ہوئی۔ اس کے بعد ہی مولانا ۲۸، ۲۹ مارچ ۱۹۵۳ء کی شب میں گرفتار کر لیے گئے۔ رات کے پچھلے

Marfat.com

حصہ میں جب مسلح پولیس نے مولانا کے مکان اور دفتر کو اپنے گھیرے میں لے لیا تو مولانا اپنی تیاری کے سلسلہ میں اندر گئے اور پولیس دفتر کی تلاشی میں مصروف ہو گئی جب مولانا دفتر میں تشریف لائے تو بالکل اسی شان سے جیسے سفر پر جا رہے ہوں۔ وہ اس سے بالکل بے نیاز رہے تھے کہ ان کے کاغذات کے ساتھ کیا سلوک کیا جا رہا ہے اور کون کس حرکت میں مصروف ہے۔ ناظم مالیات کو جماعت کے خزانہ کی فکر تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ مولانا سے سیف کی کنجیوں کے بارے میں کوئی ہدایت حاصل کریں کہ یہ کس کی تحویل میں دی جائیں لیکن مولانا نے اس سلسلہ میں بھی کوئی اہتمام نہ کیا اور کنجیاں پولیس کے قبضہ میں چلی گئیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پولیس نے حساب کتاب کے رجسٹروں کے ساتھ دس ہزار کی رقم بھی خزانہ سے اٹھا لی۔ اور مولانا شاہی قلعہ میں پہنچا دیئے گئے۔ وہاں پورے ۲۱۶ گھنٹے کامل تنہائی میں رکھا گیا۔ اور طرح طرح سے جانچ پڑتال کی کوشش کی گئی۔ اور ہر قسم کی تدبیریں آزمائی گئیں۔ بالآخر اعصابی حملہ کیا گیا کہ اچانک ایک شب کو ان کی کافی پر تکلف دعوت دی گئی اور پھر تیز روشنی میں آدھی رات کے وقت کئی آدمیوں نے ان سے جرح و سوالات کئے۔ مقصد یہ تھا کہ طویل عرصہ تک علیحدہ رکھنے اور پھر غیر معمولی غذا کھلانے کے بعد نیند کے غلبہ میں مطلب کی باتیں اگلوانے کی کوشش کی جائے۔ مگر مولانا نے اس بلا کا دماغ اور اس قسم کا ذہن پایا ہے کہ ان لوگوں کو اس اعصابی لڑائی میں بھی سخت ہزیمت اٹھانی پڑی۔ اور جب یہ لوہے کے چنے چبائے نہ جا سکے تو انہیں بالکل اٹھا کر پھینک دینے کی اسکیم بنائی گئی اور بتایا گیا کہ اب ان پر مقدمہ چلے گا۔ وہ اپنا بیان تیار کرلیں، چنانچہ مولانا نے اپنا بیان مرتب کیا۔ اور مولانا امین احسن صاحب کو پڑھنے کے

Marfat.com

لیے دیا۔ ان کا کہنا ہے کہ جب میں نے اس کو پڑھا تو مجھے محسوس ہوا کہ مولانا مودودی کے صبر و ضبط اور سکون و اطمینان کا جب کبھی میں نے کوئی اندازہ لگایا۔ تو ہمیشہ وہ اس سے کچھ زائد نکلے خود اس بیان کو دیکھ کر یہ اندازہ ہی نہ ہوتا تھا۔ کہ اس کا مصنف ابھی ابھی ایک طویل قید تنہائی سے نکلا ہے اور گذشتہ رات ہی کو اسے ایک سخت قسم کی اعصابی جنگ سے سابقہ پیش آ چکا ہے۔ نہ غصہ نہ جھنجھلاہٹ نہ سختی اور نہ درشتی بلکہ اس کی بجائے وہی باوقار انداز سنجیدہ طرز بیان، ٹھوس دلائل اور ٹھنڈا طریق استدلال۔ بس یہ معلوم ہوتا تھا کہ جیل کی چار دیواری میں نہیں بلکہ اپنی لائبریری کی پرسکون فضا میں بیٹھکر یہ بیان لکھا ہے یہ شاید اسی تاثیر کا نتیجہ تھا۔ کہ جب میں ان کا تحریری بیان واپس کرنے کے لیے ان کے پاس گیا تو معانقہ کے ساتھ میں نے بے ساختہ ان کے ہاتھوں کو چوم لیا۔ جن میں اللہ تعالیٰ نے قلم کی مدد سے اظہار حق کی عجیب و غریب قدرت ودیعت فرمائی تھی۔ اس کے بعد فوجی عدالت میں مولانا کا وہ یادگاری مقدمہ شروع ہوا جو اعلاء کلمۃ الحق کی تاریخ میں نمایاں حروف سے لکھا جائے گا اور جس نے تاریخ پر ایسے گہرے نقوش مرتسم کئے ہیں کہ آئندہ نسلیں اسے کبھی نہ بھول سکیں گی۔

فاضل ملزم نے اپنا تحریری بیان پیش کیا۔ اور اس شان کے ساتھ پیش کیا کہ گویا وہ کوئی ملزم نہیں ہے جو جواب دعویٰ پیش کر رہا ہو بلکہ وہ کوئی جج ہے جو تاریخ کی عدالت میں کسی مقدمہ کے ملزموں کو اپنا فیصلہ سنا رہا ہو۔ دوران مقدمہ میں ایک موقعہ پر مولانا کے وکیل نے یہ مشورہ دیا کہ اگر مولانا پسند کریں تو وہ صرف اتنی بات کہدیں کہ فلاں اخبار میں شائع ہونے والے حرف حرف کا درست ہونا اور میری تحریر کے مطابق

Marfat.com

ہونا ضروری نہیں ہے پھر میں خود بحث کر سکوں گا۔ لیکن حق و صداقت کے اس علمبردار نے اس مشورہ کو قبول کرنے سے قطعی انکار کر دیا اور جب عدالت نے اخبار پیش کر کے اس بیان کے بارے میں پوچھا تو یہ خود اٹھ کر سامنے آیا اور بولا کہ :۔

" ہاں یہ بیان میرا ہے اور میں اس کے ایک ایک لفظ کی ذمہ داری قبول کرتا ہوں "

۱۱ مئی ۱۹۵۳ء کا دن نہ صرف ہند و پاک کے لئے بلکہ ساری دنیائے اسلام کے لئے ایک نہایت منحوس دن تھا جب مولانا مودودی کو بعد نماز مغرب "قادیانی مسئلہ" لکھنے کے جرم میں موت کی سزا سنائی گئی ۔ اس سزا سے اس فنا فی اللہ صوفی پر رنج و غم اور فکر و پریشانی کا کوئی اثر تو کیا پڑتا ۔ کسی نے اس کی پیشانی پر ایک بل اور اس کے چہرے کی رنگت میں ذرا سا تغیر تک نہ دیکھا ۔ ماہر القادری نے سچ کہا ہے :۔

یقیناً اس جرأت کو دنیا یاد رکھے گی
سزائے موت سن کر بھی نہ پیشانی پہ بل آیا

جیل کے افسر نے ایک کاغذ مولانا مودودی کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا " مولانا! آپ چاہیں تو سزائے موت کے سلسلہ میں ایک ہفتہ کے اندر اندر رحم کی اپیل کر سکتے ہیں" ۔ مولانا نے فرمایا کہ " آپ لوگ ایک بات کا خیال رکھیں میں نے کوئی جرم نہیں کیا ہے اور میں رحم کی اپیل نہیں کروں گا " پھر فرمایا " اور میری طرف سے کوئی شخص بھی اپیل نہ کرے ۔ نہ میری ماں نہ میرے بھائی ۔ نہ میری

Marfat.com

بیوی بچے، کوئی بھی نہیں اور جماعت کے لوگوں سے بھی میری یہی درخواست ہے
اس کے بعد مولانا پھانسی کی کوٹھڑی میں پہنچا دیئے گئے اور ان کے کپڑے بدلواکر وہاں کا مخصوص لباس انہیں دے دیا گیا۔ اس لباس میں جو پاجامہ دیا گیا تھا وہ حسب قاعدہ بغیر ازار بند کے تھا۔ مولانا نے خیال کیا کہ شائد اس سلسلہ میں بھول ہوگئی ہے۔ اس لئے انھوں نے ازار بند طلب کیا لیکن معلوم ہوا کہ یہاں ازار بند نہیں دیا جاتا۔ مبادا جان سے تنگ آیا ہوا آدمی خودکشی کے لیے اسے ذریعہ بنالے۔ مولانا نے تعجب کا اظہار کیا اور فرمایا کہ :-

"جس شخص کو شہادت نصیب ہو رہی ہے وہ احمق ہے اگر
خودکشی کرکے حرام موت مرنے کی کوشش کرے"

لیکن قانون قانون تھا اس لئے مولانا کو ازار بند نہیں دیا گیا۔ اور انہیں مجبوراً پاجامے کو سامنے کے نیفے کے دونوں سروں سے گرہ دینی پڑی لیکن پھر بھی وہ کسی طرح ساتر نہ ہو سکا اور نماز پڑھنے میں بڑی دقت پیش آئی۔ مولانا کا سارا سامان لے لیا گیا تھا اور انھیں کامل بے سروسامانی کے عالم میں چھوڑ دیا گیا تھا۔ البتہ قرآن شریف کا ایک نسخہ ساتھ آ گیا تھا۔ مگر جب اللہ کے بندے نے یہ دیکھا کہ وہاں اسے رکھنے کے لئے سوائے فرش زمین کے اور کوئی جگہ نہیں تو اُسے بھی واپس کر دیا۔ رات کو مولانا نے بڑے اطمینان سے کھانا کھایا۔ نماز عشا پڑھی اور سو گئے اگرچہ پھانسی کی کوٹھڑیوں میں شور بہت تھا، کوئی حکومت کو گالیاں دے رہا تھا کوئی باواز بلند ذکر کر رہا تھا، کوئی کسی بزرگ کو مدد کے لئے پکار رہا تھا۔ کوئی شعر پڑھتا تھا اور کوئی گانا گاتا تھا۔ خوش قسمتی سے مولانا کے ساتھ والی کوٹھڑی میں جو قیدی تھا

Marfat.com

وہ تو دوسرے قیدیوں سے کچھ زیادہ ہی آہ وزاری میں مصروف تھا۔ تاہم مولانا حسبِ معمول ۱۲ بجے کے قریب سو گئے۔ کبھی کبھی قیدیوں کی آواز سے جاگ اُٹھتے تو سکونِ قلب کی وجہ سے پھر نیند آجاتی۔ دوسرے دن صبح کے وقت کے امیرِ جماعت سلطان احمد صاحب اپنے چند ساتھیوں اور مولانا کے بڑے صاحبزادے عمر فاروق مودودی کو لے کر مولانا سے ملنے آئے۔ مولانا ہلکے بادامی رنگ کے موٹے سوت کے کرتے اور کھلے پاجامے میں ملبوس تھے جن پر نیلی دھاری کا چوڑا چارخانہ بنا ہوا تھا۔ کوٹھڑی کوئی آٹھ فٹ چوڑی اور ۱۲ فٹ لمبی تھی فرش پر ایک کمبل بغیر سلوٹ کے بچھا ہوا تھا اور دوسرا کمبل قرینے سے تہ کیا ہوا بطور تکیہ کے رکھا ہوا تھا۔ دیوار کے ساتھ دو مٹی کے چھوٹے گھڑے رکھے ہوئے تھے۔ جن میں ایک کے اوپر مٹی کا ٹوٹا ہوا پیالہ دھرا تھا۔ مولانا سیرت اسمٰعیل شہید کا مطالعہ فرما رہے تھے۔ ملاقاتیوں کو دیکھ کر مولانا حسبِ معمول کشادہ روئی کے ساتھ اُٹھے اور آگے بڑھ کر سلاخوں کے باہر سب سے ہاتھ ملایا، فرزند کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اپنے مخصوص انداز میں ہر ایک کی خیریت پوچھی۔ سلطان احمد صاحب نے کہا کہ مولانا! میں اپیل کے سلسلہ میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ مولانا نے فوراً کہا" بھئی! میرا مسلک آپ کو معلوم ہے میرے نزدیک ان لوگوں سے جو میرا اصل جرم خوب جانتے ہیں۔ معافی کا طلبگار بننے سے یہ زیادہ قابلِ برداشت ہے کہ آدمی پھانسی پر لٹک جائے۔ یہ چیز میری عزتِ نفس کے خلاف ہے اور پھر میں معافی کس بات کے لئے مانگوں؟ کیا اس بات کے لئے کہ مجھے جنت میں کیوں بھیج رہے ہو؟ ——— ظاہر بات ہے کہ ساری عمر دین کی خدمت

Marfat.com

کرکے بھی دوسری طرح کی موت مرتے ہوئے جنت جانا ویسا یقینی نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ اس شہادت کی صورت میں یقینی ہے، پھر کیا میں کہوں کہ مجھے جنت سے بچاؤ؟ سلطان صاحب نے کہا کہ "مولانا! یہ تو مجھے بھی معلوم تھا لیکن میرا کہنا یہ ہے کہ ہم اپنا انصاف کا حق کیوں نہ طلب کریں؟ پھر اپیل معافی کی نہیں، بلکہ قانونی نکات اور مقدمہ کے حقائق کے زور پہ ہوگی۔ آخری بات یہ کہ اپیل کمانڈر انچیف کے پاس جائے گی۔ جو کسی پارٹی کا آدمی نہیں ہوتا۔" مولانا نے فرمایا "میرے خیال میں اس کا کوئی موقع باقی نہیں رہنے دیا گیا ہے۔ اس لئے اس کو یوں ہی چلنے دیجئے، میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ اس سرزمین کے کتنے ضمیر زندہ ہیں" سلطان صاحب نے پھر زور دے کر کہا کہ "آپ کم از کم ہم کو نہ روکیں، آخر یہ حدود الٰہی تو ہیں نہیں کہ ان کے خلاف کوئی ...... کوشش نہ کی جا سکتی ہو، تعزیرات کے خلاف یقیناً اپیل کی جا سکتی ہے۔ خاص طور پر جبکہ ایک صریح ظلم ہوا ہو" مولانا نے جواب دیا۔ کہ "بھئی کہ مجھے تو یہ بات پسند نہیں۔ ورنہ میں حکم دینے کا تو حق ہی نہیں رکھتا، میں نہیں چاہتا کہ میری طرف سے یا میرے خاندان کے کسی فرد کی طرف سے یا خود جماعت کے اندر یا باہر کسی کی طرف سے بھی کوئی رحم کی درخواست پیش کیا جائے جو ایسا کرے گا میں اُسے کبھی معاف نہیں کروں گا۔ خود جماعت کی فلاح و ترقی کے نقطۂ نظر سے بھی میں اپیل کے حق میں نہیں ہوں۔" مولانا سے عرض کیا گیا۔ کہ "آپ کو کسی چیز کی ضرورت تو نہیں؟" فرمایا "عینک کے خانے اور کچھ ململ کے تنکوں کی ضرورت ہے" چنانچہ دونوں چیزیں پیش کر دی گئیں۔ جب ملاقات کا وقت ختم ہو گیا۔ تو مولانا نے فاروق میاں کے کاندھے پہ ہاتھ رکھ کر تسلی و تشفی

Marfat.com

دی۔ فرمایا کہ :۔

"بیٹا! ذرا نہ گھبرانا، اگر میرے پروردگار نے مجھے اپنے پاس بلانا منظور کر لیا ہے تو بندہ بخوشی اپنے رب سے جا ملیگا۔ اور اگر اس کا ابھی حکم نہیں تو پھر چاہے یہ الٹے لٹک جائیں لیکن مجھکو نہیں لٹکا سکتے"۔

سلطان صاحب جب لوٹے تو چلتے چلتے ایک نگاہ مولانا کی کوٹھری کی طرف ڈالی۔ مولانا بیٹھے حسب سابق کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے اس کے بعد میاں محمود علی قصوری ملنے آئے اور انھوں نے رحم کی اپیل پیش کرنے کے لیئے اپنی خدمات کی پیشکش کی مگر مولانا نے ان کو بھی بتا دیا کہ یہ چیز تو کسی طرح میرے دماغ میں اتر ہی نہیں سکتی غرض تین راتیں اور دو دن پھانسی کی کوٹھری میں رہنے کے بعد مولانا کی سزائے موت کو ۱۴ سال قید با مشقت کی سزا میں تبدیل کر دیا گیا، چنانچہ وہ وہاں سے نکال لیئے گئے اور قید با مشقت کی سزا بھگتتے رہے۔ بالآخر ۲۸ اپریل ۱۹۵۵ء کو حکومت نے رہا کر دیا۔ اس طرح مولانا شاہی قلعہ، فوجی عدالت، قید تنہائی، قید با مشقت اور پھانسی کی کوٹھری کے مراحل عشق سے گذر کر دو سال ایک مہینے کے بعد جیل سے باہر آ گئے

یں مولانا محمد منظور صاحب اور ان کے ہم خیال لوگوں سے تو کچھ کہنا نہیں چاہتا مگر کیا میں ساری پڑھی لکھی دنیا کو اس درجہ اندھی بہری دنیا باور کر سکتا ہوں کہ وہ ان واقعات کے اندر نہ تصوف کی ایک جھلک دیکھ سکتی ہے اور نہ ایک بات سن سکتی ہے؟ قرآن مجید میں آیا ہے کہ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب (سن رکھو کہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان کی نعمت نصیب ہوتی ہے) اگر یہاں

Marfat.com

"ذکر اللہ سے مراد وہ ہُوحق کے نعرے ہیں جو صرف رات کے سناٹے میں خانقاہوں کے گوشوں سے بلند ہوا کرتے ہیں تو میں کہہ سکتا ہوں کہ شاید مولانا مودودی نے عمر بھر کبھی ایسے نعرے بلند نہیں کئے۔ لیکن اگر اس ذکر الٰہی سے مراد یہ ہے کہ اللہ کی یاد دل میں جاگزیں ہو جائے اور زبان اس کی یاد سے تر رہے تو بلا شک و شبہ مولانا اس ذکر کے سب سے بڑے ذاکر ہیں۔ اور اسی کی بدولت انہیں بارگاہِ الٰہی سے قلب کا کامل اطمینان نصیب ہوا ہے۔ جس قرآن میں ذکر اللہ کا نتیجہ اطمینانِ قلب بتایا گیا ہے۔ اس قرآن کا مولانا نے اتنا احترام ملحوظ رکھا ہے کہ پھانسی کی کوٹھڑی میں فرش زمین پر اسے پڑا رکھنا انہیں پسند نہ آیا۔ کیا یہ طرزِ عمل تعلق باللہ سے ہٹ کر کسی اور دائرہ سے تعلق رکھتا ہے؟ فقراء و اہل اللہ ہمیشہ اپنی ضروریات سے استغنا برتتے رہے ہیں وہ اپنی ضروریات کی فراہمی میں کوشاں تو ضرور رہے ہیں لیکن اس کے غلام کبھی نہیں رہے۔ کہ ان کی کوئی ادنیٰ سی ضرورت بھی پوری نہ ہو تو وہ بے چین اور پریشان نہ ہو جائیں۔ مولانا نے بھی فقر و ولایت کی یہی شان دکھلائی ہے، انھوں نے پھانسی کی کوٹھڑی میں اپنے کھانے، پینے، پہننے، اوڑھنے اور برتنے کی ایک چیز بھی نہ مانگی۔ حالانکہ قواعد میں جن جن چیزوں کی گنجائش ہوتی۔ وہ انھیں فوراً حاصل ہو سکتی تھیں مگر انھوں نے کہا تو صرف یہ کہ عینک کے خانہ اور خلال کے تنکوں کی ضرورت ہے، عینک کا خانہ اس لئے کہ عینک کے دب کر ٹوٹ جانے اور مطالعہ کتب میں خلل واقع ہونے کا اندیشہ تھا اور خلال کی عدم موجودگی سے دانتوں کی مکمل صفائی میں حرج واقع ہوتا تھا۔ پھانسی کی کوٹھڑی میں مطالعہ کے لئے بھی آپ نے سیرت اسمٰعیل

Marfat.com

شہیدؒ کو منتخب فرمایا۔ سب جانتے ہیں کہ مولانا اسمٰعیل شہیدؒ نہ صرف اہلِ تصوّف میں سے تھے بلکہ اس کوچہ کے شہسوار تھے۔ خود مولانا منظور نعمانی صاحب نے اپنے مضمون میں ان کی ایک کتاب صراطِ مستقیم کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ تصوف میں نہایت بلند درجہ کی کتاب ہے، مگر وہ گوشہ گیر صوفی تھے، بلکہ مردِ میدان صوفی تھے، اس لئے وہ اہلِ کفر وضلال کے مقابلہ میں پوری جرأت مومنانہ کے ساتھ ڈٹ گئے اور بالآخر نعمتِ شہادت سے بہرہ ور ہو کر زندۂ جاوید بن گئے۔ ان جیسے مردِ بزرگ کی سیرت کو پھانسی کی کوٹھڑی میں سامنے رکھ لینا مولانا مودودی کے نفرتِ تصوف اور بندگانِ دین کے ساتھ ان کی سچی عقیدت پر دال ہے، رحم کی اپیل کے سلسلہ میں مولانا نے جو خیالات اجراء تکرار کیسا تھ ظاہر فرمائے ہیں اور اثاربند نہ ملنے پر پھانسی کی کوٹھڑی میں جو بات ارشاد فرمائی ہے وہ تو کھلا ثبوت ہے اس بات کا کہ موت کا یہ شوق اور اسلامی غیرت کی یہ بلندی کسی ایسے شخص کا حصہ نہیں جو عملاً درجۂ احسان پہ فائز نہ ہو اور صرف زبانی اس درجہ کی نسبت باتیں بنا تا رہتا ہو۔ مولانا ایک انسان ہیں اور انسانی جذبات واحساسات میں وہ کسی طرح دوسروں سے پیچھے نہیں رہ سکتے مثلاً ان کو اپنے بچوں سے جس درجہ محبت وتعلق ہے۔ اس کا اندازہ ان کی بیگم صاحبہ کے ان الفاظ سے کیجیے۔ فرماتی ہیں:۔

"بچوں کے ساتھ ان کی شفقت کا یہ عالم ہے کہ میں نے کوئی باپ ایسا شفیق نہیں دیکھا۔ جب بھی گھر میں آئیں گے ایک ایک بچے کا نام لیکر پکاریں گے" دارالاسلام" میں ہمارے پاس ٹانگہ

Marfat.com

تھا۔ خود مجھے اور بچوں کو لیکر شام کو جاتے تھے۔ کبھی کسی کے ساتھ بچوں کو نہیں بھیجتے تھے۔ کہ کہیں کوئی بچہ گر نہ جائے۔ ایک روز کسی وجہ سے خود نہ جا سکے اور کوچوان کے ساتھ بچوں کو ٹھٹا کورٹ بھیجدیا۔ خود نہر پر ٹہلنے چلے گئے۔ مغرب سے پہلے نہر سے واپس آگئے۔ باہر ہی پوچھا بچے آگئے ہیں۔ معلوم ہوا نہیں آئے ہیں۔ باہر ہی بیٹھ گئے۔ بچوں کو آنے میں دیر لگ گئی۔ ایک ڈیڑھ گھنٹہ باہر ہی بیٹھے رہے جب بچے آگئے تو انھیں لیکر اندر آئے۔ میں نے پوچھا آپ نے اتنی دیر کہاں لگائی"؟ کہا "میں تو باہر بیٹھا تھا اور بچوں کی فکر میں مجھ سے تو نہر پر بھی نہیں ٹھیرا گیا۔ اور بچوں کے انتظار میں باہر ہی ٹھیرا رہا۔ ان کے بغیر میرا اندر آنے کو جی نہیں چاہا"

"عموماً بچے باپ سے ڈرتے اور ماں کے سامنے شرارتیں کرتے ہیں۔ مگر میرے بچے باپ کی گھر میں موجودگی پر بڑے شوخ ہو جاتے ہیں اور جس چیز کی ضرورت ہوئی جھٹ سے باپ کی سفارش لے آتے ہیں۔ بچے ان کی کیسی ہی قیمتی چیز خراب کر دیں۔ کبھی انہوں نے بچوں کو نہیں مارا بس زیادہ سے زیادہ یہی کہیں گے۔ "بٹیا! تم کیوں چیزیں خراب کیا کرتے ہو۔"

مگر جب اُن کا بچہ اُن سے پھانسی کی کوٹھڑی میں ملتا ہے تو وہ نہ صرف پوری مجاہدانہ و مومنانہ شان کے ساتھ دلاسا دیتے ہیں۔ بلکہ اس کے پیٹھ پھیرتے ہی باطمینان مطالعہ کتاب میں منہمک ہو جاتے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ انسانی جذبات پر یہ ملکوتیت کا

Marfat.com

غلبہ آخر کس چیز نے پیدا کیا ہے؟ جو لوگ ان واقعات کو جانتے ہیں۔ وہ تو جانتے ہی ہیں۔ جو نہیں جانتے وہ اب جان کر بتائیں کہ کیا ان کو یہاں تعلق باللہ، توکل علی اللہ عشق، جنون، دنیا کی حقارت، آخرت کی رغبت اور موت کے شوق کے سوا کوئی اور چیز بھی نظر آتی ہے؟ اگر یہ حقیقت ہے کہ بلیدالذہن سے بلیدالذہن آدمی کو بھی یہاں انہی چیزوں کی جلوہ فرمائی نظر آتی ہے تو پھر ان لوگوں کی ذہانت و ذہنیت کا بلکہ ان کے علم و تجربہ اور ایمان و یقین کا بھی ماتم کیجیے۔ جنھیں یہاں تصوف کے مذکورہ بالا اوصاف کا کوئی شائبہ تک نظر نہیں آتا۔

تشکر و امتنان

پچیس ماہ کے مسلسل ابتلاء سے گذرنے کے بعد مولانا نے جب ترجمان القرآن کی ادارت سنبھالی تو قلم اٹھاتے ہی جن خیالات و احساسات کا اظہار فرمایا۔ انھیں بھی پڑھ لیجیے۔ تاکہ آپ یہ جان سکیں کہ ایک روشن ضمیر صوفی جب ابتلاء و امتحان کے مراحل سے گذرتا ہے تو اس کے ضمیر میں کس حد تک روشنی آجاتی ہے اور اس کا ایمان و یقین کس درجہ محکم ہو جاتا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

> ایک طویل مدت کے بعد ان صفحات میں پھر اظہار خیال کا موقع ملا ہے۔ اس مدت میں اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت و ربوبیت کے جو تجربات ہوئے وہ اس سے بہت زیادہ ہیں کہ یہ بندۂ عاجز ان کے شکر کا حق ادا کر سکے اور اس بندہ کے گناہ اس سے بدرجہا زیادہ ہیں کہ یہ اپنے آپ کو مالک کی ان عنایات کا کسی درجہ میں

Marfat.com

بھی مستحق سمجھے۔ دُعا ہے کہ جس آقا نے اتنا کچھ فضل و کرم فرمایا ہے وہی اپنے بندے کو اتنی توفیق بھی بخشے کہ وہ مستقبل میں اپنے ماضی کے قصوروں کی تلافی کر سکے اور دینِ حق کی کوئی ایسی خدمت بجا لائے جو آخرت میں قبولیت سے نوازی جانے کے لائق ہو۔ اپنے مخلص احباب اور تمام خیر خواہوں سے بھی درخواست کرتا ہوں۔ کہ وہ میرے حق میں اسی چیز کی دعا فرمائیں"۔

پھر آگے فرماتے ہیں:۔

"میری ناچیز خدمات کو جو لوگ قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں انہیں فطرۃً میری خلافِ توقع واپسی پر غیر معمولی مسرت ہوتی ہے۔ ان کی طرف سے اس مسرت کا اظہار جس خلوص و محبت کے ساتھ کیا گیا۔ اس کیلئے میں ان سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں اس کا اجر ضرور عطاء فرمائے گا۔ کیونکہ میرے ساتھ ان کی یہ محبت کسی ذاتی تعلق پر نہیں ہے بلکہ محض اللہ اور اس کے دین کی خاطر ہے۔ کاش میرا مولا مجھے فی الواقعہ اس حسنِ ظن کا مستحق بنا دے جو اس کے بہت سے بندے مجھ سے رکھتے ہیں اور مجھ کو ان نیک توقعات کے پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ جو دین کی صحیح خدمت کے لئے انہوں نے مجھ سے وابستہ کی ہیں۔

اس کے ساتھ میں یہ عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ دوستوں کے اظہارِ مسرت اور جذبۂ محبت و قدر افزائی نے بعض موقع پہ

Marfat.com

کچھ ایسی شکلیں اختیار کی ہیں جن میں اعتدال کو ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ میرے لئے ان کو روکنا بھی مشکل ہوتا ہے۔ کیونکہ زہد و انکسار کی نمائش مجھے پسند نہیں ہے اور ان کو گوارا کرنا بھی مشکل ہوتا ہے کیونکہ میں محسوس کرتا ہوں کہ یہ چیزیں اپنے اندر فتنہ بننے کی اچھی خاصی صلاحیت رکھتی ہیں۔ کیا ہی اچھا ہو کہ میرے دوست کم از کم میرے متعلق اپنے جذبات کے اظہار میں حد اعتدال سے بھی کچھ کم ہی پر اکتفا کریں۔"

(ترجمان القرآن جلد ۴۴ عدد ۴)

ہم یہاں مزید ایک بات کا ذکر کرنا چاہتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ جب نظر میں دنیا کی حقارت اور آخرت کی رغبت کو تصوف کا خاصہ سمجھا جاتا ہے تو تعجب ہے۔ کہ لوگ ذرا خیال نہیں کرتے کہ مولانا مودودی اتنی کثیر الاشاعت تصانیف کے مصنف ہیں کہ ہند و پاک میں شاید ہی کوئی مصنف اس معاملہ میں ان کا مقابلہ کر سکے۔ اگر مولانا ان کتابوں کی آمدنی سے خود استفادہ کرتے تو وہ لاکھوں روپے کما سکتے تھے لیکن دو چار کتابوں کے سوائے انھوں نے اپنی تمام کتابیں جماعت کو دے دی ہیں اور جماعت اسلامی ہند و پاک کے مالیات کا بہت بڑا سہارا یہی مطبوعات ہیں اور کمال یہ ہے کہ مولانا ان کتابوں کی آمد کا حساب کتاب جماعت کی تشکیل سے پہلے بھی ایک امانت کے طور پر بالکل علیحدہ اپنے پاس رکھتے تھے جس روز جماعت بنی ہے اسی روز ان کتابوں کی آمد اور آئندہ کے لئے ان کا دائمی حق اشاعت انھوں نے جماعت کے سپرد کر دیا اور اب حال یہ ہے کہ مولانا کے پاس کوئی جائداد، کوئی پس انداز سرمایہ

Marfat.com

حتیٰ کہ ذاتی مکان تک نہیں ہے۔ اور وہ ایک کرایہ کے مکان میں رہتے ہیں۔ تماشایہ ہے کہ اس کے باوجود صوفی نہیں ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ "صوفی" بننے کے لئے تصوف کے اوصاف کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ صرف کہیں رجسٹرڈ ہو جانا ضروری ہے۔ اس کے بعد چاہے تصوف کے اوصاف کے شائبہ سے بھی کوئی شخص کیوں نہ خالی ہو جائے۔ بہرحال وہ "صوفی" ہے ـــــ خدا کے لئے کوئی شخص یہ تو سوچے کہ مولانا جیسی شخصیت و قابلیت رکھنے والا انسان اگر چاہتا تو وہ اس دنیا کے لذائذ و فوائد اور انعامات و اکرامات سے کیا کچھ نہ حاصل کر سکتا تھا۔ مگر انہوں نے نہ صرف یہ کہ اس کے لئے کبھی کوئی کوشش نہیں کی۔ بلکہ ہر ایسے "زرین موقع" کو کھو دیا۔ اور ہر قسم کی پیشکشوں کو اصرار کے ساتھ ٹھکرا دیا۔ دنیا اور اہل دنیا سے نفور رہے ہیں کہ حیدرآباد جیسے مقام پر وہ دس سال مقیم رہے لیکن انھوں نے کبھی ملازمت تک کا خیال نہ کیا اور نہ خود اپنے رسالہ "ترجمان القرآن" کی توسیع اشاعت یا امداد و تعاون کے لئے کبھی نواب وزیر سے ربط قائم کیا۔ بلکہ الٹا ایک مرتبہ کئی سو پرچوں کی خریداری حکومت حیدرآباد نے بند کر دی۔ اس کی منظوری نواب ذوالقدر جنگ بہادر سے متعلق تھی تو نواب صاحب یہ چاہتے تھے کہ اگر مودودی صاحب اُن سے خود آکر کہیں تو وہ منظوری دیدیں گے لیکن مولانا کو جب اطلاع ملی تو انھوں نے صاف فرمایا کہ میں قیامت تک اس کام کے لئے ان کے پاس نہ جاؤنگا میرا نہیں دین کا کام ہے۔ چنانچہ وہ نہیں گئے۔ اور انہیں خاصہ مالی نقصان اٹھانا پڑا حدیہ ہے کہ ترجمان کی آمدنی کو وہ اپنی ذات پر خرچ کرنا نہیں چاہتے تھے اور اسی غرض سے انھوں نے ایک دوست کی شرکت میں ایک دواخانہ قائم کیا تھا۔ اسی قیام حیدرآباد کے زمانہ کا واقعہ ہے کہ مولانا مناظر احسن صاحب نے یونیورسٹی میں دینیات

Marfat.com

کی تعلیم و تدریس کے لیے مولانا کا نام پیش کیا۔ ان کا خیال تھا کہ کالج کی نئی نسل کو مذہب کی تعلیم جس طرح مولانا مودودی دے سکتے ہیں۔ وہ خود یہ فرض اس خوبی سے شائد انجام نہ دے سکیں۔ چنانچہ انھوں نے سر اکبر حیدری وزیر اعظم سے گفتگو کرنے کے بعد مولانا کو کالج میں دینیات کی پروفیسری قبول کرنے کی دعوت دی لیکن مولانا نے یہ تجویز بھی منظور نہ کی۔ بالآخر مناظر احسن صاحب کے کہنے پر مولانا کے بڑے بھائی سید ابوالخیر صاحب مودودی نے بھی اس موضوع پر ان سے گفتگو کر کے انہیں کالج کی پروفیسری قبول کرنے پر آمادہ کرنے کی کوشش کی۔ لیکن مولانا نے کہا میں قوم کی خدمت کرنے کا تہیہ کر چکا ہوں۔ بڑے بھائی نے انہیں سمجھایا کہ تم مسلمانوں کو دیکھ اور آزما چکے ہو۔ محمد علی جوہر کا انجام بھی تمہارے سامنے ہے۔ مسٹر جناح بھی تمہارے سامنے ہیں۔ محمد علی جوہر میں قابلیت اور خلوص اور صداقت کی کمی نہ تھی لیکن چونکہ ان کی جیب خالی تھی اس لئے قوم نے انھیں ایک طرف ہٹا دیا۔ ہر زمانہ میں ان پر شبہ کیا گیا اس کے مقابلہ پر مسٹر جناح اپنے ذاتی مصارف کے لیے بھی قوم کے محتاج نہیں ہیں۔ اس لئے قوم ان کی نیت پر کسی قسم کا شبہ کر ہی نہیں سکتی اور ہر حالت میں لبیک کہنے پر آمادہ ہے۔ تمہاری جیب بھی خالی ہے۔ تم خواہ ... بھی کرو سمجھا یہی جائے گا۔ کہ تم کاروبار کے لئے اٹھے ہو۔ ان حالات* والے تمہیں اتنا گرتید دینے کے لئے تیار ہیں۔ سال دو سال میں کچھ رقم تمہارے پاس پس انداز رہ جائے اس کے بعد تم چاہو تو سیاسی کام بھی شروع کر سکتے ہو۔ اس طویل لیکچر کے جواب میں مولانا مودودی نے کہا کہ اب وقت ضائع کرنے کا وقت نہیں رہا۔ مجھے یقین ہے کہ اگر میری آواز میں خلوص ہوا تو میرا جذبہ ناکام نہ جائے گا۔ ان کے بھائی کا کہنا ہے۔

---

* بس مناسب یہ ہوگا کہ تم کالج کی دینیات کی پروفیسری قبول کر لو کالج

Marfat.com

تقریباً چھ گھنٹے تک اس موضوع پر ان کی مودودی صاحب سے گفتگو ہوتی رہی۔ اسی دوران میں مودودی صاحب کی آواز بھرا گئی اور انہوں نے اپنے بھائی سے کہا۔ کہ حالات بہت نازک ہو چکے ہیں اور میں دیکھ رہا ہوں کہ جو سیلاب آنے والا ہے وہ ۱۸۵۷ء کے انگریزی اقتدار کے سیلاب سے بھی کہیں زیادہ مہلک اور تباہ کن ہوگا۔ مسلمانوں کو اس کے خطرہ سے آگاہ کرنا میرا فرض ہے۔ اپنی ہمت کے مطابق میں ان کی کچھ خدمت کرنے کی کوشش ضرور کروں گا۔ چنانچہ مولانا نے کوشش شروع کر دی۔ اور اپنے مشن ہی کی خاطر حیدر آباد جیسے شہر کو چھوڑ کر ایک ایسے کور دہ مقام کو آباد کیا جہاں ان کے گھر کے سوا صرف دو ہی گھر تھے اور گاؤں ہونے کی وجہ سے زندگی کی ساری سہولتیں معدوم یہاں تک کہ مولانا کو بعض اوقات پانی بھرنے اور لکڑی چیرنے تک کی ضرورت پیش آئی۔ درآنحالیکہ ان جیسے آدمی کے لئے دنیا اور اسباب دنیا کو تلاش کرنے کی بھی ضرورت نہ تھی اور دنیا کی دولت خود ان کے قدموں میں لوٹ پوٹ ہونے کے لئے تیار تھی۔

کیا یہی وہ شخص ہے جس کی نظر میں دنیا کی ویسی حقارت نہیں ہے جیسی بعض "مشائخ" دیکھنا چاہتے ہیں۔

تصوف کا نیا قالب

سب سے آخر میں جو بات مولانا محمد منظور صاحب نعمانی نے فرمائی ہے۔ وہ یہ ہے کہ :-

" ہاں تصوف کے پروگرام اور اعمال واشغال میں تخفیف واضافہ

Marfat.com

اور ترمیم و تبدیلی کی بڑی گنجائش ہے اور ہر دور میں اس راہ کے راہبر کرتے ہیں۔ صد۲۲)

اس ارشاد کے سلسلہ میں سب سے پہلے تو مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ جب آپ نے جماعت کے علمی اکابر کو تصوف سے بالکل ناواقف اور اس نعمت سے نہیں بالکل ہی محروم قرار دیا ہے تو پھر وہ اس راہ کے راہبر کیا معنی، ادنیٰ درجہ کے راہرو بھی نہیں ہیں۔ ایسی صورت میں آپ کا فرض تھا کہ آپ اس راہ میں ان کی راہبری فرماتے۔ اور انھیں کم از کم اس راہ کے راہرو بننے ہی کے لائق بنا دیتے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ آپ کے مضمون میں ایک فقرہ بلکہ ایک لفظ بھی ایسا نہیں ہے جس سے اس راہ کی طرف کوئی واضح رہنمائی اخذ کی جاسکتی ہو۔ وہاں شروع سے آخر تک صرف اعتراضات والزامات ہی ہیں اور ان کے بھی اغلاق وابہام کا یہ حال ہے کہ کوئی شخص اس تصوف کا جس کے آپ حامل ہیں اور جس کی کوئی پرچھائیں بھی آپ کے نزدیک مولانا مودودی اور جماعت کے دوسرے اکابر پر نہیں پڑی ہے۔ سرے سے تعین و تشخص ہی نہیں کر سکتا۔ دوسری بات میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ خواہ آپ نے اس معاملہ میں کوئی روشنی دکھائی ہو یا نہ دکھائی ہو۔ اگر بات نفس الواقع وہی ہے جو آپ نے مذکورہ بالا فقرہ میں ارشاد فرمائی ہے تو پھر آپ کے سارے پچھلے ارشادات با در ہوا ہو جاتے ہیں کیونکہ مولانا نے بہر حال تصوف کا ایک پروگرام ضرور بنایا ہے اور اس کے چند اعمال واشغال ضرور اپنائے ہیں۔ اگر آپ کے نزدیک اس کے اندر تخفیف و اضافہ اور ترمیم و تبدیلی کی بڑی گنجائش ہے، تو پھر یہ کیا بات ہوئی کہ آپ ان کے لیے بڑی کیا معنی۔ ذرا سی گنجائش تسلیم کرنے کو تیار نہیں۔

Marfat.com

ہیں۔ اگر آپ قرآن وسنت کا علم رکھتے ہیں تو کیوں دلائل لے کر سامنے نہیں آتے اور کیوں نہیں بتاتے کہ ان کا پروگرام فلاں فلاں مقام پر قرآن وسنت سے ہٹا ہوا ہے اور ان کے اعمال واشغال فلاں فلاں حیثیت سے قرآن وسنت کے مغائر ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس سلسلہ میں ایک موقع پر مولانا مودودی نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ اس قدر کافی ووافی ہے کہ اس سے زیادہ کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مولانا نے مروّجہ تصوف کی بعض خرابیوں کو متعین کر کے مثالوں کیساتھ واضح کرتے ہوئے فرمایا ہے:۔

"ہم چاہتے ہیں کہ کسی طرح تصوف کے اصل مقصد یعنی اخلاص للہ توجہ الی اللہ کو ایسے طریقوں سے حاصل کیا جائے جو ان خرابیوں سے پاک ہو۔ اس غرض کے لئے ہم ان متصوفانہ طریقوں کو ترک کرنا چاہتے ہیں جو ہمارے نزدیک خرابی کے موجب ثابت ہوئے ہیں اور جنہیں کوئی صاحب علم صوفی مباح سے زیادہ درجہ دینے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ ان کے بجائے ہم دوسرے ایسے طریقے اس مقصد کے حصول کے لئے اختیار کرنا چاہتے ہیں جو کم از کم اس درجہ میں مباح تو ہیں ہی ورنہ ہم تو ان کے متعلق یہ بھی ثابت کرنے کے لئے تیار ہیں کہ ہم نے ان میں سراسر قرآن اور حدیث کا اتباع کیا ہے اور کوئی ایک چیز بھی ایسی اختیار نہیں کی جس کا ماخذ قرآن اور سنت میں موجود نہ ہو۔ اب ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر فی الواقعہ یہ

Marfat.com

لوگ متصوفانہ طریقوں کو محض تدابیر اور مباحات کے درجہ ہی میں رکھتے ہیں اور انھیں کمی بیشی، تغیر تبدل کے قابل سمجھتے ہیں تو پھر انہوں نے کیوں ہمارے خلاف شور وغل برپا کر رکھا ہے۔ زیادہ سے زیادہ ہماری رائے سے اختلاف کر سکتے ہیں۔ مگر یہ فتوے بازی اور طعن و تشنیع کیوں ہو رہی ہے"۔

(ترجمان القرآن جلد ۳۶ عدد ۵، ۶ صفحہ ۱۲۴)

بطور حرف آخر میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تجدید و احیاء دین" میں تصوف کے موجودہ قالب سے پیدا ہونے والی بہت سی خرابیوں کا ذکر کرتے ہوئے مولانا نے اسے قابل ترک قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ:۔

" اب جس کسی کو تجدید و احیاء دین کے لئے کوئی کام کرنا ہو۔ اس کے لئے لازم ہے کہ متصوفین کی زبان واصطلاحات، رموز و اشارات، لباس، اطوار، پیری مریدی اور ہر اس چیز سے جو اس طریقہ کی یاد تازہ کرنے والی ہو مسلمانوں کو اس طرح پرہیز کرائے۔ جیسے ذیابیطس کے مریض کو شکر سے پرہیز کرایا جاتا ہے"۔

یہ بات مولانا نے کلام بافکر کے طور پر زے جوش وجذبہ کے ساتھ نہیں کہی ہے بلکہ یہ ان کی نہایت سوچی سمجھی اور جچی تلی رائے ہے جس پر وہ خود زندگی بھر عامل رہے ہیں، آپ ان کے لکھے ہوئے ہزاروں لاکھوں صفحات میں سے ایک سطر ایسی نہیں نکال دے سکتے اور نہ ان کے طرز عمل سے کوئی ایسی چیز پیش کر سکتے ہیں جو ان کی بالا رائے کے خلاف پڑتی ہو۔ اب عوام کالانعام تو اس غلط فہمی میں مبتلا ہو سکتے

Marfat.com

کہ مولانا تصوف سے بالکل نا واقف ہیں اور اس سے ان کو کوئی دلچسپی نہیں رہی ہے لیکن میں ایک لمحہ کے لیے بھی یہ باور نہیں کر سکتا کہ پڑھے لکھے لوگ اور خصوصاً علم کتاب و سنت کے حاملین اس غلط فہمی کا شکار ہو سکتے ہیں کہ مولانا اہلِ حق اور اہلِ سنت کے قبول کردہ تصوف سے ہٹ کر کسی اور تصوف کو اپنائے ہوئے ہیں یا سرے سے تصوف ہی سے نا واقف ہیں۔ کیونکہ جانتا ہوں کہ علماءِ دین کی نظر عوام کی سی نظر نہیں ہوتی۔ عوام تو صرف لفافہ کو دیکھا کرتے ہیں اور وہ صرف ڈھول کی پر شور آواز کو سننے کے عادی ہوتے ہیں۔ انھیں اس سے کیا غرض کہ اندر کچھ ہے یا نہیں؟ مگر علمِ انبیاء کے وارث اور کتاب و سنت کے حامل تو قالب کیا تہ روح کو دیکھتے ہیں۔ بلکہ اِن کی نظر قالب سے زیادہ روح ہی کو دیکھتی ہے۔ اگر اتنا عمیق نظر بھی کسی کو حاصل نہیں اور وہ دعوٰے یہ کرتا ہو کہ میں علوم ظاہری ہی نہیں بلکہ علوم باطنی کا بھی عالم ہوں۔ بلکہ اس راہ کا راہبر ہوں تو اس کے تمام دعاوی کے ساتھ وہ بالکل عامیوں کی سطح پر ہے۔ اور بڑی خود فریبیوں میں مبتلا ہے اس کے لیئے دنیا و آخرت کی بھلائی اسی میں ہے۔ کہ جلد از جلد اس خود فریبی سے نکلے اور حقائق اشیاء کو دیکھنے والی نظر پیدا کرے۔ اللہ تعالیٰ کی ہزاروں ہزار رحمتیں نازل ہوں۔ اس دور کے ایک صاحب حال صوفی پر جس نے کہا ہے اور خوب کہا ہے ؎

اے اہلِ نظر ذوقِ نظر خوب ہے لیکن
جو شے کی حقیقت کو نہ دیکھے وہ نظر کیا

وہ اپنی مناجات میں کہتا ہے اور خوب کہتا ہے ؎

یارب درونِ سینہ دلِ باخبر بدہ ؛ در بادہ نشہ رانگرم آں نظر بدہ

Marfat.com

مجھے سخت افسوس ہے کہ دورِ حاضرہ کے کتنے ہی علماءِ دین جو "صوفی" ہونیکا فخر بھی رکھتے ہیں اور دوسروں کو صوفی نہ ہونے کا طعنہ بھی دیتے ہیں بالکل اسی خود فریبی کا شکار ہیں جب وہ اس دنیا میں اس درجہ اندھے ہیں۔ کہ اس قسم کا اندھاپن صرف عوام الناس ہی کے لئے مقدر ہے تو وہ کیا توقع رکھتے ہیں کہ آخرت میں کوئی بینائی مل سکیگی۔ لقولہٖ تعالیٰ من کان فی ھٰذہٖ اعمیٰ فھو فی الاخرۃ اعمیٰ واضل سبیلاً ۵

جہاں تک مولانا مودودی کا تعلق ہے آپ ان کے ایک ایک قول اور ایک ایک فعل کو دیکھئے اور اوپر چڑھائے ہوئے خول کو الٹ کر دیکھیئے۔ آپ کو یہی نظر آئیگا کہ یہ تو وہی حقائق و معارف ہیں۔ جن سے احسان و تصوف عبارت ہے اور وہی خصائص و اوصاف ہیں۔ جن سے متصف ہونے ہی کیوجہ سے اہلِ حق اور اہلِ سنت ہمیشہ دینِ حق کے سچے خدمت گار ثابت ہوتے رہے ہیں۔ آپ کی نظر کو یہ چیز کیوں پراگندہ کر دیتی ہے کہ مولانا "پیر و مرید" کے بجائے "امیر و مامور"، "خلیفہ" کے بجائے "نائب"، "بیعت" کے بجائے "اطاعتِ امر"، "خانقاہ" کے بجائے "تربیت گاہ"، "سلسلہ میں داخل ہونے" کے بجائے "تحریک کا ساتھ دینے" اور "جماعت میں شامل ہوتے"، "مراقبہ" کے بجائے "تفکر و تدبر"، "مجاہدوں اور ریاضتوں" کے بجائے "جدوجہد اور قربانی اور جانفشانی" وغیرہ کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ راہِ سلوک کے راہیوں کو تکمیلِ مقامات کی رو سے مختلف نام دینے کے بجائے رکن، ہمدرد، متفق، متاثر کہتے ہیں" متوکلین علی اللہ کو "ہمہ وقتی کارکن" کے لفظ سے تعبیر فرماتے ہیں کشف و مشاہدہ، فنا و بقا۔ حضور و غیب سکر و صحو، قبض و بسط۔ قرب و معیت۔ وجد و استغراق، مراد و مرید

Marfat.com

اور ایسے ہی سینکڑوں دوسرے احوال کو کچھ دوسرے سینکڑوں الفاظ سے جو موجودہ دور کے ذہن کے لیے قریب الفہم یا قابل فہم ہیں۔ بدل کر رکھ دیتے ہیں کیا آپ کو یہ گمان ہوتا ہے۔ کہ کہیں تغیر الفاظ و اصطلاحات سے تغیر حقائق نہ ہو جائے لیکن آپ نے تامل نہ فرمایا کہ الفاظ و اصطلاحات کا تغیر محض طرز تعبیر و انداز تاویل کا تغیر ہے نہ کہ حقائق و معارف اور واقعات و مشاہدات کا۔ اور پھر آپ نے یہ بھی نہیں سوچا کہ عہد نبوی عہد صحابہ۔ عہد تابعین بلکہ خود دور اول کے صوفیا کے ہاں بھی اس زبان، ان الفاظ اور ان اصطلاحات کا نام و نشان نہیں ملتا۔ پس آپ کی فکر و فہم کے الجھاؤ کی آخر کیا بنیاد ہے آپ کو تعین درجات اور ادراک حقائق میں کیا یہی چیز مانع ہو جاتی ہے کہ مولانا مودودی کشف کرامات سے پوری طرح بہرہ ور ہونے کے باوجود انہیں صرف بصیرت اور پابندی شریعت کے لازمی نتائج کے روپ میں ظاہر کرتے ہیں۔ کیا آپ نے ان کا وہ خط نہیں پڑھا جو انہوں نے سقوط حیدرآباد سے تقریباً ایک سال پہلے حیدرآباد کے مسلم قائدین کے نام لکھا تھا اور جس میں انھوں نے حیدرآباد میں پیش آنیوالے حادثہ کا اور اس حادثہ کے اثرات و نتائج کا اتنی وضاحت سے ذکر کیا تھا کہ گویا کوئی شخص اپنی آنکھوں سے دیکھ کر پورے حزم و یقین کے ساتھ بتا رہا ہو کہ فلاں گروہ کا طرز عمل یہ ہوگا۔ فلاں شخص یہ کرے گا۔ فلاں فلاں گروہوں اور طبقوں کو فلاں فلاں مشکلات اور مصائب کا سامنا ہوگا۔ اور اس کے بعد یہ ہوگا اور یہ ہوگا۔ یہ خط محض پیشگوئی ہی کا سا انداز نہیں رکھتا تھا۔ بلکہ بیک وقت مشورہ بھی تھا۔ کہ آنیوالے حالات سے نمٹنے کے لیے مسلمانوں کو کیا کرنا ہے اور کس طرح کرنا ہے۔ اس خط کے مکتوب علیہم کو ان باتوں کا یقین تو درکنار، ان کا تصور تک نہ تھا بلکہ ایک اللہ والے کے پوری طرح باخبر کر دینے اور اصلاح حال کے لیے بلا طلب مشورہ دینے کے باوجود انھوں نے اسے رد کر دیا اور بالآخر وہی ہوا

Marfat.com

جوایک کہنے والے نے کہا تھا اور نہایت درد و سوز کے ساتھ کہا تھا۔ سقوط حیدر آباد کے بعد یہ خط ماہنامہ "انوار" حیدر آباد بابت جولائی ۱۹۴۹ء میں شائع کر دیا تھا کوئی پڑھنے والا آنسو گرائے بغیر نہ پڑھ سکا چونکہ یہ خط ایک ایسے ماہنامہ میں شائع ہوا تھا جس کی اشاعت بہت محدود و مختصر تھی اور وہ خود بھی بعد میں بند ہو گیا۔ اس لئے اس خط کی اشاعت بڑے پیمانہ پر نہ ہو سکی اور ممکن ہے اسی لئے آپ میں سے بہتوں کو اس کے پڑھنے کا موقع نہ ملا لیکن کیا آپ نے مولانا مودودی کی وہ تقریر بھی نہیں پڑھی ہے جو تقسیم ہند سے ۲ مہینے پہلے مدراس میں کی گئی تھی اور جو روداد جماعت حصہ پنجم میں بھی چھپ چکی ہے اور علیحدہ رسالہ کی شکل میں بھی "تحریک اسلامی کا آئندہ لائحہ عمل" کے نام سے پڑھی جا سکتی ہے کیا اس تقریر میں تقسیم کے بعد بھارت میں پیش آنے والے حالات کی پوری تفصیل نہیں ہے؟ کیا آج بھارت کا کوئی مسلمان یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ ان حالات کے علاوہ کسی اور صورت حال سے دو چار ہے جن کی اطلاع بہت پہلے ہی ایک اللہ والے نے دی تھی؟ مگر اس وقت ایسے کتنے اللہ کے بندے تھے جنہوں نے ان حالات کو اس طرح سمجھا ہو جیسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں؟ اس وقت تو لوگوں کے دماغ میں یہ بات کس طرح اترتی ہی نہ تھی کہ یہ چیز آخر کیوں ہوگی جس کی اطلاع مولانا مودودی دے رہے ہیں حتیٰ کہ اس مقام پر بھی جہاں مولانا نے یہ تقریر کی تھی لوگوں کے سروں پر لیگ کا اور پاکستان کا بھوت سوار تھا اور انہیں اپنے علاقہ کی کچھ فکر نہ تھی۔ پھر یہ بے فکری اور شوریدہ سری یہاں تک بڑھی ہوئی تھی کہ جماعت اسلامی کے اجتماع میں ہنگامہ برپا کیا گیا اور مولانا کو اجتماع گاہ کا پنڈال چھوڑ دینا پڑا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مولانا کا خطاب عام نہ ہو سکا اور ساری کارروائی ایک مکان میں ہوتی رہی۔

تقسیم ملک کے موقع پر جبکہ "دارالسلام" پوری طرح فسادات کے گھیرے میں آ چکا تھا اور دارالسلام کے اطراف ایک ایک میل تک قتل و خون ریزی لوٹ مار اور آتش زنی وغیرہ کے واقعات بے تحاشا دن رات ہو رہے تھے وہ کیا چیز تھی جو فسادیوں کو ادھر بڑھنے سے روک رہی تھی درآنحالیکہ دارالسلام کی بستی کی کل کائنات صرف بیس آدمیوں پر مشتمل تھی اور پٹھانکوٹ شہر جو دارالسلام سے صرف چار میل دور تھا مسلمانوں

Marfat.com

(خا)لی کرایا جاچکا تھا اور یہ سب پٹھانکوٹ ریلوے اسٹیشن کے باہر کھلے میدان میں بھیڑ بکری کی طرح جمع کر دیئے گئے تھے یہاں تک کہ دارالسلام کی بستی کا ایک آدمی قتل بھی کیا تو دارالسلام کی حدود کے باہر یہ ایسا وقت تھا کہ خود دارالسلام کے باشندوں کو بھی اس بات کا گمان نہ تھا کہ یہاں کے مردوں اور عورتوں میں سے ایک جان بھی بچ سکیگی مگر یہ کیا بات تھی کہ خالص مسلمانوں پر مشتمل اس چھوٹی سی بستی کی طرف جہاں سے لوگوں نے سات دن اپنی جانیں جوکھم میں ڈالکر فساد کو روکے رکھنے کیلیے اپنے علاقہ سے انتہائی کوششیں بھی کی تھیں اور اسطرح ان کی جانوں کی کسی طرح خیر نہ تھی۔ فسادیوں کے اس جتھہ کو قدم اٹھانیکی ہمت نہ ہوئی بلکہ الٹا یہاں امن وامان کی یہ کیفیت تھی کہ ... کے اپنے مسلمان یہاں پناہ لینے کیلیے اکٹھے ہوگئے تھے اور بیس آدمیوں پر ڈھائی ہزار افراد کی دیکھ بھال خورد و نوش اور حفاظت کی ذمہ داری آپڑی تھی چنانچہ ایک ایک دو دو تین تین آدمی پناہ گزین کیساتھ ان کے مکانات پر جاتے اور ان کے غلہ اور دوسرے سامان ان کے ہاں سے اٹھوا لیتے۔ عبدالرحمن صاحب جو دارالسلام کی باہر شہید کئے گئے تھے وہ بھی پناہ گزین عورتوں کا سامان ان کے گھروں سے نکلوانے ہی کیلیے ایک قریبی بستی میں گئے تھے کوئی اللہ کا بندہ بتائے خدا کے فضل وکرم نے یہاں جو صورت اختیار کر رکھی تھی وہ کیا تھی اور اسے کس نام سے یاد کیا جا سکتا ہے

مولانا کو جب پھانسی کی سزا دیگئی ہے تو وہ وقت خود مولانا پر جسطرح گذرا اس کا حال آپنے پڑھ لیا ہے اب یہ بھی سنیے کہ مولانا کے گھر والوں پر وہ وقت کیسے گذرا پھانسی کی اطلاع سنکر عورتوں اور بچوں پر جو کچھ اثر پڑ سکتا ہے اس کا اندازہ ہر شخص کر سکتا ہے چنانچہ کتنے ہی ایسے گھر تھے جہاں کی عورتیں یہ سنکر بیہوش ہوگئیں اور ان کے شوہروں کو ان کے چہروں پر پانی چھڑک چھڑک کر انہیں ہوش میں لانا پڑا اور کتنے ہی بچے جو یہ خبر سنتے ہی رونے لگے مگر خود مولانا کے گھر کا نقشہ یہ تھا کہ جس وقت کہ جناب سلطان احمد صاحب مولانا سے پھانسی کوٹھڑی میں ملاقات کر کے ان کے گھر والوں کو اطلاع دینے کیلیے گئے تو ان کا بیان ہے کہ "میں اپنے آپ کو ہچکیوں اور سسکیوں کو سننے کیلیے تیار کر رہا تھا" وہ سمجھ رہے تھے کہ آج کیا حشر کیسی چیخ و پکار اور کیسی قیامت بپا ہوگی جو دقت کی ذرا کسی ماتم کی قیامت بجھگی اور بچوں اور عورتوں کی اثر پذیری کی رو سے اسکا تصور کرنا بالکل قدرتی بات تھی مگر جب وہ گھر پہنچے اور اندر اطلاع کرائی تو دروازے کے پاس سے صاف اور بلند آواز میں سلام کی آواز آئی جس میں کمزوری تھی لعنہ

Marfat.com

گھبراہٹ سلطان صاحب نے سلام کا جواب دیکر کہا میں ابھی مولانا سے ملکر آرہا ہوں یقین کیجئے کہ یہ صرف دہشت زدہ کرنے کیلئے سنائی گئی ہے ۔ سب کو ہر گز عمل میں نہیں لایا جا سکتا آپ لوگ ہراساں نہ ہوں" بیگم مودودی نے آہستہ مگر پُر عزم لہجہ میں کہا ۔ میں ہر حال میں تقدیر پر شاکر ہوں خدا کا شکر ہے کہ میں تو کیا میرے بچے تک ہراساں نہیں ان سب کو معلوم ہو چکا ہے" پھر کمال یہ ہے کہ بچے نہ صرف یہ کہ ہراساں نہیں ہوئے بلکہ ان کے روزمرہ کے معمول میں بھی کوئی فرق نہ مولانا کی بچیاں اس روز بھی سکول گئیں اور پڑھائی کی جیسے کچھ ہوا ہی نہیں دوسری عورتیں جب مولانا کے اظہار ہمدردی کے لئے آئیں تو وہ بے اختیار رو رہی تھیں مگر بیگم صاحبہ مجسمۂ صبر و ضبط بنی بیٹھی رہیں اور ان کا سے کہتی جاتی تھیں کہ آپ لوگ جا کے گھروں میں اللہ سے دعا کریں میں بھی دعا کرتی ہوں ۔ آخر وقت مقرر کیوں کر جائے — آپ اس صورت حال کو جن الفاظ اور جن اصطلاحات میں بھی یاد فرمائیں گے مجھے منظور ہے لیکن سوال یہ ہے کہ الفاظ و اصطلاحات کے تغیر سے حقائق و واقعات تو نہیں بدلا کرتے ۔

وہ تو کالشمس فی النہار روشن ہیں پھر فکر و نظر کی پراگندگی کا کیا سبب ہے ؟

حاصل یہ کہ اگر مولانا مودودی خود اپنی تقریر و تحریر اور اپنے طرز عمل کو صوفیا کی معروف زبان اور معروف طریق کار سے الگ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں یا مولانا کے ساتھی ان کو اس رنگ و روپ میں پیش نہیں کرتے جو صوفیا کا معمول ہے تو اس کے یہ معنی کب ہوئے کہ وہ "صوفی" نہیں ہیں وہ نہ صرف اس کے اہل ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل خاص سے کامل رہبر ہیں اور ان کے حلقۂ فیض و استفادہ میں ممالک اسلامیہ اور ممالک غربیہ کے لاکھوں کروڑوں انسان شامل ہیں اور جبکہ یہ سطور لکھی جا رہی ہیں تزکیۂ نفس کے موضوع پر مولانا مودودی اور مولانا اصلاحی کے مسلسل مضامین ترجمان القرآن میں قسط وار شائع ہو رہے ہیں خدا کرے کہ یہ عمدہ ترین و معتبر سلسلہ جلد پایۂ تکمیل کو پہنچے اور بندگان خدا اس سے بیش از بیش فائدہ اٹھائیں

اگرچہ ذاتی معلومات و تجربات کی کمی نہیں ہے لیکن عمداً میں نے تصوف کے تعلق سے مولانا پر جو کچھ لکھا ہے وہ تمام تر وہی ہے جو ریکارڈ میں آچکا ہے تاکہ کوئی قاری چاہے تو خود اس ریکارڈ سے میرے تاثرات کی تصدیق کر سکے اور اس کے ذہن میں ادنیٰ درجہ کا شک و شبہ بھی باقی نہ رہنے پائے

Marfat.com

Marfat.com

ہماری دوسری پیشکش

تین اسلامی تحریکیں

★ تحریک مجاہدین

★ جماعت اسلامی

★ الاخوان المسلمون

جامع حالات۔

ولولہ انگیز طرز بیان اسلامی تحریکوں کے نشیب و فراز

از

اسعد گیلانی

زیر ترتیب :—

مکتبہ جہان نو سرگودھا

ثنائی برقی پریس سرگودھا میں باہتمام ایم ذکاءاللہ ثنائی پرنٹر پبلشر

Marfat.com

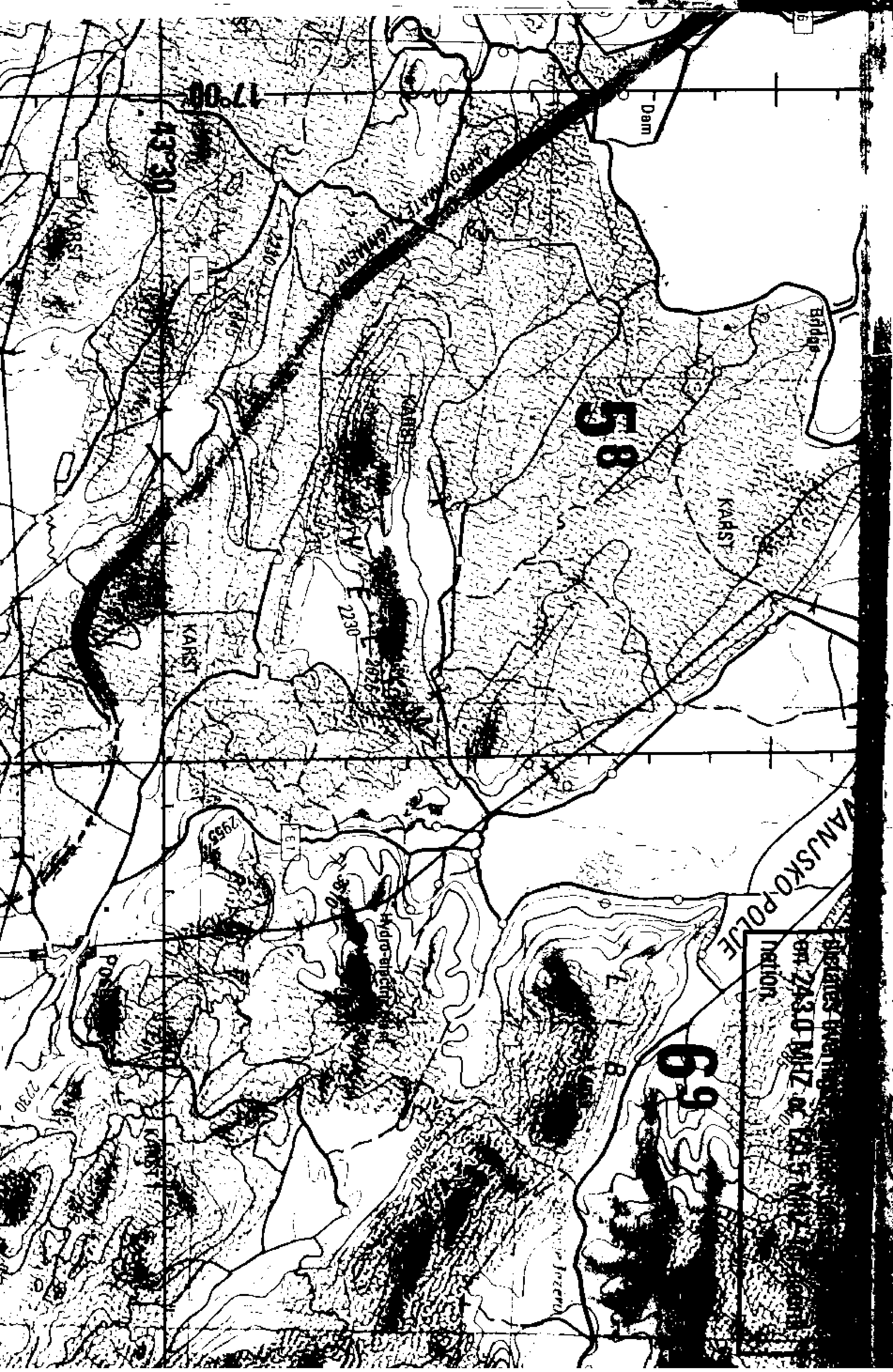

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

I d 38

مولانا مودودی اور تصوف

مرتب

ابو منظور شیخ احمد

مکتبہ جہان نو سرگودھا

Marfat.com